ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
27
16 تا 22 شوال المکرّم 1438ھ/ 11 تا 17 جولائی 2017ء

اس شمارے میں

اندھوں کے شہر میں آئینے بیچتا ہوں میں

اہل پاکستان کے لیے قرآن کا خاص پیغام

مطالعۂ کلامِ اقبال

رمضان کا حاصل

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت......

اسلام

دل کی بیماریاں اور اس کا علاج

اللہ تعالیٰ سے غداری

اسلامی ریاست میں انسانی حقوق کا بڑا محافظ حکمرانوں کا یہ تصور ہے کہ حکومت ایک امانت ہے اور اس کے نگرانِ اعلیٰ کی حیثیت ایک امین کی سی ہے۔ خدا اور بندے کے درمیان اس قول وقرار کے بعد کہ

﴿اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَھُمۡ وَاَمۡوَالَھُمۡ بِاَنَّ لَھُمُ الۡجَنَّۃَ ؕ﴾ (التوبۃ:111)

”حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔“

مسلمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی سونپی ہوئی ایک مقدس امانت بن گئی ہے اور وہ اپنا حق تصرف خود اپنی آزادانہ مرضی اور اپنے بے لگام اختیار وارادے سے نہیں بلکہ اصل مالک کی مرضی اور اس کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق استعمال کرنے کا پابند ہو گیا ہے۔ یہ اسی تصورِ امانت کا نتیجہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے ساتھ ظلم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے ”خیانتِ نفس“ کا مجرم ٹھہراتا ہے۔

اس تصور امانت کی رو سے ہر شخص پر احتساب و ذمہ داری کا بار بقدرِ امانت ہے۔ جس کے پاس اسباب ووسائل اور اختیارات واقتدار کی جتنی امانت موجود ہے وہ اسی تناسب سے اپنے مالک کے حضور اپنے اعمال وافعال کا جوابدہ ہے۔ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام ؓ کو اس تصورِ امانت کا پورا پورا شعور واحساس تھا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ فرماتے ہیں:

”جو شخص حکمران ہو اس کو سب سے زیادہ بھاری حساب دینا ہوگا۔ اور وہ سب سے زیادہ سخت عذاب کے خطرے میں مبتلا ہوگا۔ اور جو حکمران نہ ہو اس کو ہلکا حساب دینا ہوگا۔ اور اس کے لیے ہلکے حساب کی توقع ہے۔ کیونکہ حکام کے لیے سب سے بڑھ کر اس بات کے مواقع ہیں کہ ان کے ہاتھوں مسلمان پر ظلم ہو۔ اور جو مسلمانوں پر ظلم کرے وہ اللہ تعالیٰ سے غداری کرتا ہے۔“

صلاح الدین

الھدیٰ (762)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام

سُورۃ مریم | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات:36تا 40

وَاِنَّ اللّٰہَ رَبِّیۡ وَرَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡہُ ؕ ہٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ ﴿۳۶﴾ فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَیۡنِہِمۡ ۚ فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ مَّشۡہَدِ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ﴿۳۷﴾ اَسۡمِعۡ بِہِمۡ وَاَبۡصِرۡ ۙ یَوۡمَ یَاۡتُوۡنَنَا لٰکِنِ الظّٰلِمُوۡنَ الۡیَوۡمَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۳۸﴾ وَاَنۡذِرۡہُمۡ یَوۡمَ الۡحَسۡرَۃِ اِذۡ قُضِیَ الۡاَمۡرُ ۘ وَہُمۡ فِیۡ غَفۡلَۃٍ وَّہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا نَحۡنُ نَرِثُ الۡاَرۡضَ وَمَنۡ عَلَیۡہَا وَاِلَیۡنَا یُرۡجَعُوۡنَ ﴿۴۰﴾

آیت ۳۶ ﴿وَاِنَّ اللّٰہَ رَبِّیۡ وَرَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡہُ ؕ ہٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ ﴿۳۶﴾﴾ ’’اور یقیناً اللہ ہی ہے میرا رب بھی اور تمہارا رب بھی‘ تو تم اُسی کی بندگی کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔‘‘

آیت ۳۷ ﴿فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَیۡنِہِمۡ ۚ فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ مَّشۡہَدِ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ﴿۳۷﴾﴾ ’’پھر اختلافات پیدا کر لیے (مختلف) گروہوں نے آپس میں۔ تو بربادی ہے ان کافروں کے لیے اس بڑے دن کی پیشی سے۔‘‘

حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں جن لوگوں نے من گھڑت عقیدے بنائے اور پھر ان غلط عقائد پر ہی جمے رہے حتیٰ کہ اسی حالت میں انہیں موت آ گئی‘ ایسے لوگوں کے لیے قیامت کے دن ہلاکت و بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

آیت ۳۸ ﴿اَسۡمِعۡ بِہِمۡ وَاَبۡصِرۡ ۙ یَوۡمَ یَاۡتُوۡنَنَا لٰکِنِ الظّٰلِمُوۡنَ الۡیَوۡمَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۳۸﴾﴾ ’’کیا ہی اچھا وہ سن رہے ہوں گے اور کیا ہی اچھا وہ دیکھ رہے ہوں گے جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے‘ لیکن آج یہ ظالم کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔‘‘

آیت ۳۹ ﴿وَاَنۡذِرۡہُمۡ یَوۡمَ الۡحَسۡرَۃِ اِذۡ قُضِیَ الۡاَمۡرُ ۘ وَہُمۡ فِیۡ غَفۡلَۃٍ وَّہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳۹﴾﴾ ’’اور (اے نبی ﷺ!) آپ انہیں خبردار کر دیجیے اس یوم حسرت سے‘ جب ہر معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ البتہ (اب) یہ لوگ غفلت میں مبتلا ہیں‘ لہٰذا یہ ایمان نہیں لائیں گے۔‘‘

آیت ۴۰ ﴿اِنَّا نَحۡنُ نَرِثُ الۡاَرۡضَ وَمَنۡ عَلَیۡہَا﴾ ’’یقیناً ہم ہی وارث ہوں گے زمین کے اور جو کوئی اس پر موجود ہے (اس کے بھی)‘‘

اُس دن روئے زمین کی حکمرانی اور دُنیوی مال و متاع کی ملکیت کے عارضی دعویدار سب کے سب ختم ہو جائیں گے اور اس سب کچھ کی وراثت ظاہری طور پر بھی ہمیں منتقل ہو جائے گی۔

﴿وَاِلَیۡنَا یُرۡجَعُوۡنَ ﴿۴۰﴾﴾ ’’اور یہ سب لوگ ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے۔‘‘

فرمان نبویؐ

بدن کے جوڑوں کا صدقہ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((اِنَّہٗ خُلِقَ کُلُّ اِنْسَانٍ مِنْ بَنِیْ آدَمَ عَلٰی سِتِّیْنَ وَثَلَاثَ مِائَةِ مَفْصِلٍ، فَمَنْ کَبَّرَ اللّٰہَ وَحَمِدَ اللّٰہَ وَھَلَّلَ اللّٰہَ وَسَبَّحَ اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ اللّٰہَ وَعَزَلَ حَجَرًا عَنْ طَرِیْقِ النَّاسِ اَوْ شَوْکَةً اَوْ عَظْمًا عَنْ طَرِیْقِ النَّاسِ اَوْ اَمَرَ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَھٰی عَنْ مُنْکَرٍ عَدَدَ السِّتِّیْنَ وَالثَّلَاثِ مِائَةِ فَاِنَّہٗ یُمْسِیْ یَوْمَئِذٍ وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَہٗ عَنِ النَّارِ)) (رواہ مسلم)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ’’بنی آدم تین سو ساٹھ جوڑوں پر پیدا کیا گیا ہے۔ لہٰذا جو شخص اللہ اکبر، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ، سبحان اللہ اور استغفر اللہ کہے۔ یا لوگوں کے راستہ سے، پتھر، کانٹے، ہڈی وغیرہ ہٹا دے یا نیک اور اچھی بات لوگوں کو بتائے یا بُری بات سے روکے۔ اور ان کاموں یا کلمات کی تعداد تین سو ساٹھ ہو جائے تو وہ دن اس کے لیے ایسا ہوتا ہے کہ گویا اس نے اپنے سے آگ دور کر دی ہے (اور اپنے بدن کے سارے جوڑوں کا صدقہ ادا کر دیا ہے)‘‘۔

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

16 تا 22 شوال 1438ھ جلد 26
11 تا 17 جولائی 2017ء شمارہ 27

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
67-اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا..........(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ادارِیہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اندھوں کے شہر میں آئینے بیچتا ہوں میں

پانامہ کیس جو سپریم کورٹ میں زیر سماعت تھا تو گزشتہ سال کے اواخر میں چیف جسٹس انور ظہیر جمالی کی ریٹائرمنٹ کی وجہ سے بنچ ٹوٹ گیا۔ نئے چیف جسٹس ثاقب نثار نے پہلے روز حلف اٹھاتے ہی آصف سعید کھوسہ کی سربراہی میں نیا بنچ قائم کر دیا جو جسٹس عظمت سعید شیخ، جسٹس اعجاز الاحسن، جسٹس گلزار احمد اور جسٹس اعجاز افضل پر مشتمل تھا۔ 20 اپریل 2017ء کو اس بنچ نے فیصلہ سنا دیا جس کے مطابق دو ججز نے نواز شریف کو نا اہل قرار دے دیا جبکہ تین ججز نے مزید تحقیق کے لیے JIT یعنی Joint Investigation Team بنا دی۔ گویا اکثریتی فیصلہ یہ تھا کہ ابھی کوئی حتمی فیصلہ نہیں۔ J.I.T معاملات کی تفصیلی چھان بین کرے گی اور اس کی رپورٹ کو مدنظر رکھ کر یہ تین جج اپنا فیصلہ سنائیں گے جو حتمی ہوگا۔ اس فیصلہ پر نواز شریف اینڈ کمپنی نے مٹھائیاں تقسیم کیں۔ مخالف سائیڈ یعنی تحریک انصاف خصوصاً عمران خان نے مایوس کن انداز میں خاموشی اختیار کی۔ لیکن اب جبکہ جے آئی ٹی اپنی حتمی رپورٹ 10 جولائی کو سپریم کورٹ میں پیش کرنے کو ہے تو نواز شریف کی حکومت نے چیخ و پکار ڈالی ہوئی ہے کہ ہمارے خلاف سازش ہو رہی ہے۔

ن لیگ کے صف دوم کے لوگ تو کافی دنوں سے شور و غوغا کر رہے تھے۔ پہلے یہ صرف عمران خان کے خلاف ہوتا تھا اب تقریباً تین چار ہفتوں سے J.I.T کو متنازعہ بنانے کے لیے بیان بازی کر رہے ہیں۔ لیکن چند دن پہلے وزیراعظم کے سمدھی اور دست راست جو دھیمے مزاج اور نرم گوئی کی شہرت رکھتے ہیں، اُنہوں نے J.I.T میں پیشی کے بعد اپنی چیخ و پکار سے آسمان سر پر اُٹھایا اور عمران کے خلاف جو زبان استعمال کی اُس سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ ن لیگ کو اپنا انجام نظر آ گیا ہے جس سے اُن کے اس سطح کے لیڈر بھی ہوش و حواس کھو بیٹھے ہیں۔ عجیب صورتِ حال ہے حکومت خود اپنے اداروں کے خلاف چیخ و پکار کر رہی ہے، احتجاج کرتی نظر آتی ہے۔ اس JIT میں FBR,FIA سے ایک ایک نمائندہ لیا گیا جو دونوں وفاقی حکومت کے ماتحت ہیں' ایک احتساب کمیشن سے ہے جس کے چیئرمین نے بڑی جرأت سے سپریم کورٹ کو جواب دیا تھا کہ وہ شریف فیملی کا کیس دوبارہ نہیں کھولیں گے۔ ایک ایس ای سی پی کا نمائندہ ہے۔ وہ بھی وزارت خزانہ کے تحت ہے۔ اُس پر J.I.T نے کاغذات کی ٹمپرنگ کا الزام لگایا ہے البتہ دو نمائندے ISI اور MI سے ہیں جن سے ہمارے وزیراعظم کے تعلقات 30 سال سے مسلسل خراب رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیس سپریم کورٹ میں زیر سماعت ہے' سازش کون کر رہا ہے؟ حکومتی وزیر اور مشیر اتنی جرأت تو نہیں کر رہے کہ فوج کا واضح طور پر نام لیں لیکن اشاروں کنایوں سے ظاہر کرتے ہیں کہ نواز شریف کے خلاف فوج سازش کر رہی ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ واقعتاً پاکستان کی فوج سول حکومتیں بنانے اور گرانے کی تاریخ رکھتی ہے۔ اس سلسلہ میں ISI کا رول یقیناً پسندیدہ نہیں رہا لیکن یہ ہمیشہ سیاست دانوں کے ایک گروہ کی مرضی اور منشا سے ہوتا تھا بلکہ سیاست دان ایک دوسرے کے خلاف GHQ جا کر ہاتھ جوڑ کر درخواستیں بھی کرتے

رہے ہیں۔ عین ممکن ہے موجودہ نواز شریف حکومت کے خلاف بھی یہ کچھ ہو رہا ہو۔لیکن اس مرتبہ بعض وجوہات کی بنا پر ایسا کم از کم ہم جیسے لوگوں کو نظر نہیں آ رہا۔اس لیے کہ نئے آرمی چیف کی تعیناتی صرف چند ماہ پہلے ہوئی جبکہ ایسی پلاننگ اور عملی کارروائیوں کے لیے کافی وقت درکار رہتا ہے۔ پھر یہ کہ ماضی میں ایسے کاموں میں ISI لیڈنگ رول ادا کرتی رہی۔ اس وقت ISI کے چیف نوید مختار شریف فیملی کے نزدیکی رشتہ دار ہیں اور یہ رشتہ داری بھی نئی نئی قائم ہوئی ہے۔لیکن اِس سب کچھ کے باوجود اگر ہم مان بھی لیں کہ فوج نواز حکومت کے خلاف متحرک ہے اور سازش کا کوئی جال بچھا رہی ہے تب بھی شریف فیملی اور (ن) لیگ کی حکومت چند سوالوں کا کیا جواب دے گی: (1) کیا فوج پانامہ لیکس نکال کر لائی ہے' مریم نواز نے صحافیوں کے اُس گروپ پر الزام تراشی کی جس نے پانامہ لیکس کی ذمہ داری قبول کی تھی تو اُس گروپ کے سربراہ نے جواب دیا کہ ہم نے 150 ممالک کے لوگوں کی نشاندہی کی ہے۔کیا ہم نے پاکستان کو فوکس کیا ہے؟ دوسرے ممالک کی طرح پاکستان کے بھی جو لوگ بے نام آف شور کمپنیوں کے مالک تھے ہم نے روٹین میں اُن کے نام شائع کیے ہیں۔(2) کیا فوج نے سازش کر کے شریف فیملی کو مجبور کیا تھا کہ اس مبینہ جائیداد کے بارے میں بھائی کچھ کہیں' بہن کچھ کہے اور والد محترم کچھ کہیں؟ (3) کیا فوج نے نواز شریف کو مجبور کیا تھا کہ اسمبلی کے فورم سے اور عوام سے خطاب کرتے ہوئے ایسا موقف اختیار کرو کہ عدالت میں اُن کا وکیل کہنے پر مجبور ہو جائے کہ یہ محض سیاسی بیان بازی تھی۔یعنی دروغ گوئی کا باقاعدہ اعتراف کر لیا جائے۔(4) کیا فوج نے وزراء کو مجبور کیا تھا کہ وہ بیان دیں کہ یہ جائیداد پچھلی صدی میں خریدی گئی تھی۔خصوصاً قریبی ساتھی وزیر داخلہ چودھری نثار نے پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ یہ جائیداد بیس سال پہلے خریدی گئی تھی۔اس حوالہ سے مزید درجنوں سوال اُٹھتے ہیں جن میں اہم ترین یہ ہے کہ کیا فوج عدالت کے باہر اور جوڈیشل اکیڈمی کے باہر ٹینک لیے کھڑی ہے کہ منی ٹریل اندر نہیں جانے دیں گے لہٰذا نواز شریف اب تک منی ٹریل عدالت کو فراہم نہیں کر سکے' پھر قطری خط کا ناٹک رچا کر اپنے کیس کو مزید خراب کر لیا۔کیا یہ فوج نے تجویز کیا تھا؟

درحقیقت پھنس جانے کی صورت میں' یا رنگے ہاتھوں پکڑے جائیں تو دوسروں پر اپنے خلاف سازش کا الزام لگا دینا ہمارا قومی مزاج اور وطیرہ ہے۔اور میاں نواز شریف قوم کے لیڈر ہیں۔چند ماہ پہلے جب آصف زرداری اور اُن کے ساتھیوں کی بہت بڑی کرپشن عوام کے سامنے آئی تو اُنہوں نے اینٹ سے اینٹ بجا دینے کا پیغام دیا۔بہر حال اس کیس کی وجہ سے وطن عزیز ایک بار پھر سیاسی بحران کا شکار ہو رہا ہے۔ہم اپنی گزشتہ تحریروں میں جیسے بھی ٹوٹے پھوٹے الفاظ سے ممکن ہوا قارئین کو آگاہ کر چکے ہیں کہ آسمانوں میں ہماری بربادی کے مشورے ہو رہے ہیں۔ پاکستان ان حالات میں بھی عالم اسلام کا ایک انتہائی اہم ملک ہے اور دشمنانِ اسلام اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے پاکستان کے خلاف کوئی انتہائی قدم اٹھانا ناگزیر سمجھ رہے ہیں۔ امریکہ کی ڈیفنس کمیٹی کے چیئرمین اور مشہور ومعروف سینیٹر جان مکین کا یہ کہنا کہ اگر پاکستان اپنا رویہ نہیں بدلتا تو ہم اپنا رویہ بدلیں گے۔یہ انتہائی سخت الفاظ میں ایک وارننگ ہے جسے سنجیدگی سے لینا چاہیے اور داخلی عدم استحکام سے دشمن کا کام آسان نہیں کرنا چاہیے۔اگرچہ پانامہ کیس نے قوم کا جتنا وقت لیا ہے اور جس نہج پر اب یہ کیس پہنچ چکا ہے یہ تو اب ممکن نہیں رہا کہ یہ کہا جا سکے کہ چلو رفع دفع کر دو۔لیکن حکومت' عمران خان اور دوسرے قومی اداروں اور مؤثر غیر جانبدار شخصیات کو بھرپور کوشش کرنا چاہیے کہ کوئی ایسا بیچ کا راستہ نکال لیا جائے کہ کرپشن کے آگے بھی بند باندھا جا سکے اور ملک میں کوئی ہنگامی صورتِ حال بھی پیدا نہ ہو۔اس کے لیے ہر ایک کو خصوصاً سیاست دانوں کو اپنی ذات سے اوپر اٹھنا ہو گا۔کسی کی حکومت چلی جائے یا کسی کا سیاسی کیریئر داؤ پر لگ جائے' کسی صورت کوئی ایسا قدم نہ اٹھایا جائے جس سے ملک کی سلامتی کو خطرہ لاحق ہو جائے۔ہم اس حوالہ سے ایک بار پھر اپنی پہلی کہی ہوئی گزارشات کا اعادہ کریں گے کہ ہمیں اپنی ترجیحات اُلٹ دینے کی ضرورت ہے۔ہمیں یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اس دنیا کی دولت اور اقتدار عارضی' ناپائیدار اور قلیل عرصے کے لیے ہے۔حقیقت یہ ہے کہ شرعی اور اخلاقی حدود وقیود میں رہتے ہوئے ضروریات زندگی کے حصول کے لیے جدوجہد کرنے سے اللہ اور رسول ﷺ نہیں روکتے۔

لیکن آج ہم پاکستانی مسلمان اِلا ماشاء اللہ جس اندھا دھند انداز سے دنیوی دولت سمیٹنے اور اپنے معیار زندگی کو بلند سے بلند تر کرنے کے لیے دیوانے ہوئے جا رہے ہیں اور قانونی واخلاقی تمام حدیں پھلانگ رہے ہیں اس معاملے میں بھی ہمارے لیڈر ہمیں صحیح معنوں میں لیڈ کر رہے ہیں۔ قومی سطح پر ایک اندھا پن ہے جس کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔اللہ رب العزت قرآن پاک میں واشگاف الفاظ میں فرماتا ہے۔جن لوگوں کی دوڑ دھوپ صرف دنیا کے لیے ہے' اُنہیں میں دنیا میں دیتا ہوں جتنا چاہتا ہوں لیکن اُن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔یہ فرمان تو ساری انسانیت کے لیے ایک اصول کی حیثیت رکھتا ہے۔یہ نکتہ بھی سمجھ لینے کی ضرورت ہے کہ دنیا میں جدوجہد کی تین جہتیں ممکن ہیں۔ (1) غیر اسلامی دنیا کا معاملہ یہ ہے کہ اُنہوں نے اپنی ذات اور قوم کے حوالہ سے جدوجہد کے لیے دنیا کا میدان (باقی صفحہ 15 پر)

اہل پاکستان کے لیے قرآن کا خاص پیغام

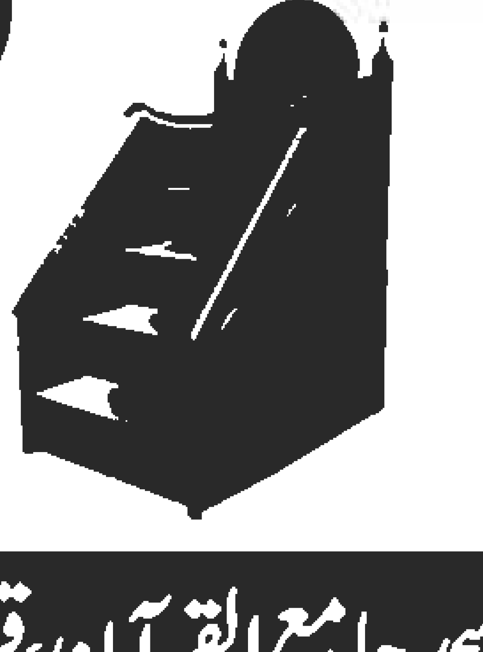

سورۃ الانفال کی آیات 24 تا 28 کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید ﷾ کے 23 جون 2017ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

حضرات محترم! یوں تو سورۃ الانفال غزوۂ بدر کے حالات وواقعات کے بیان اور اس سے حاصل اسباق پر مشتمل ہے جن کا ذکر گزشتہ شمارے میں ہو چکا ہے لیکن اسی سورت میں ایک بحث (آیت: 24 تا 28) ایسی ہے جس سے ایسا لگتا ہے کہ جیسے یہاں خاص طور پر پاکستان کا ذکر ہو رہا ہے۔ ویسے بھی قرآن تا قیامت مسلمانوں کے لیے راہنمائی اور ہدایت ہے لیکن چونکہ پاکستان کا قیام رمضان کی 27ویں شب کو ہوا اور یہی وہ لیلۃ المبارک ہے جس میں قرآن بھی نازل ہوا تھا۔ گویا پاکستان کی قرآن کے ساتھ ایک خاص نسبت یوں بھی ہے۔ اسی نسبت کے تناظر میں سورۃ الانفال کی ان آیات میں اہل پاکستان کے لیے ایک خاص پیغام ہے اور یہی پیغام آج ہمارا موضوع ہے۔ فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ۚ﴾ ''اے اہل ایمان! لبیک کہا کرو اللہ اور رسول (ﷺ) کی پکار پر جب وہ تمہیں پکاریں اُس شے کے لیے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے۔''

اللہ اور رسول ﷺ کی طرف سے جو بھی پیغام آ رہا ہے، جو مطالبے اور تقاضے سامنے آ رہے ہیں، وہ بظاہر بڑے کٹھن لگ رہے ہیں لیکن ایمان کا تقاضا ہے کہ ان پر فوراً لبیک کہا جائے۔ جیسے ایک مثال غزوۂ بدر میں صحابہؓ نے قائم کی کہ بغیر کسی جنگی تیاری اور ساز و سامان کے، 313 کی معمولی تعداد میں ایک ہزار کے لشکر سے ٹکرا گئے۔ انسانی ذہن کے مطابق تو یہ خود کو ہلاکت میں ڈالنے والی بات تھی لیکن از روئے قرآن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پکار پر لبیک کہنے میں ہی حیات جاویداں کا راز پنہاں ہے۔ وہ جس کام کے لیے پکاریں اس میں مسلمانوں کے لیے خیر ہی خیر ہے لیکن بظاہر انسان کو علم نہیں ہوتا۔ گویا اللہ اور رسول ﷺ کے ہر حکم پر لبیک کہنا ہر مسلمان کا شعار ہونا چاہیے لیکن آج اول تو دین سے ہی دوری کی انتہا ہے اور اگر کہیں دین پر عمل ہے بھی تو وہ بھی جزوی ہے۔ الا ماشاء اللہ!

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ﴾ ''اور جان رکھو کہ اللہ بندے اور اُس کے دل کے درمیان حائل ہو جایا کرتا ہے''

یعنی اگر تم اللہ کی پکار پر لبیک نہیں کہو گے تو آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ تم سے توفیق ہی سلب کر لے گا۔ اس کوتاہی کے نتیجے میں دل پر مہر لگ جائے گی اور جب دل پر مہر لگ گئی تو اب واپسی کا کوئی امکان نہیں رہے گا۔ پھر انجام خوفناک اور ہولناک ہے۔ لہٰذا اس سے پہلے کہ وہاں تک پہنچیں ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی اصلاح کر لیں یعنی دین کے ہر تقاضے کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔

مرتب: ابو ابراہیم

﴿وَاَنَّهٗٓ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾﴾ ''اور یہ کہ (بالآخر) تم سب کو یقیناً اُسی کی طرف جمع کیا جانا ہے۔''

ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ آخرت میں پیشی ہونی ہے، لیکن اپنے عمل سے ہم بتا رہے ہوتے ہیں کہ ہمارا آخرت پر ایمان نہیں ہے۔ اسی لیے یہاں خطاب بھی مسلمانوں سے ہو رہا ہے کہ اللہ کے حضور پیشی ضروری ہونی ہے۔ وہاں فرار کا راستہ نہیں ملے گا۔

﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ﴾ ''اور ڈرو اُس فتنے سے جو تم میں سے صرف گنہگاروں ہی کو اپنی لپیٹ میں نہیں لے گا۔''

آخرت کا عذاب تو الگ ہے لیکن یہاں دنیا میں بھی ایسی قوم کو سزا ضرور مل کر رہتی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پکار پر لبیک کہنے یعنی دین کے تقاضوں کو پورا کرنے میں مصلحتوں کا شکار ہو جائے۔ اس ضمن میں قرآن نے بنی اسرائیل کے ایک قبیلے کی مثال سورۃ الاعراف میں بیان کی ہے۔ ان کا ایک گروہ جو دوسروں کو برائیوں سے روکتا تھا وہ تو بچ گیا لیکن دوسرے دونوں گروہ ذلت آمیز عذاب میں مبتلا ہو گئے جن میں سے ایک گروہ وہ بھی تھا جو خود تو گناہ کا ارتکاب نہیں کرتا تھا لیکن دوسروں کو گناہ سے روکتا بھی نہیں تھا۔ آج کے مسلمان معاشروں میں بھی دین کا تقاضا یہ ہے کہ منکرات، فحاشی، عریانی، ظلم و استحصال اور باطل نظام کے خلاف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے کھڑا ہوا جائے۔ اس میں مسلمانوں کا اپنا ہی بھلا ہے لیکن اگر وہ نہی عن المنکر اور اقامت دین جیسے بنیادی دینی تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش نہیں کرتے تو پھر اللہ کا عذاب مختلف صورتوں میں نازل ہو کر رہے گا اور اس عذاب کا شکار صرف وہی لوگ نہیں ہوں گے جو ظالم اور غاصب ہیں، گنہگار اور مجرم ہیں بلکہ اس عذاب کی لپیٹ میں وہ لوگ بھی آئیں گے جو خود تو عابد اور پرہیز گار ہیں لیکن منکرات کے خلاف آواز نہیں اٹھاتے، دوسروں کو ظلم و استحصال سے نہیں روکتے، موجودہ نظام کو بدلنے اور دین کو قائم کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾﴾ ''اور جان لو کہ اللہ سزا دینے میں بہت سخت ہے۔''

﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِیْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِی الْاَرْضِ﴾ ''اور یاد کرو جبکہ تم تھوڑی تعداد میں تھے اور زمین میں دبا لیے گئے تھے''

﴿تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ﴾ ''تمہیں اندیشہ تھا کہ لوگ تمہیں اُچک لے جائیں گے'' ﴿فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾﴾ ''تو اللہ نے تمہیں پناہ کی جگہ دے دی اور تمہاری مدد کی اپنی خاص نصرت سے اور تمہیں بہترین پاکیزہ رزق عطا کیا' تاکہ تم شکر ادا کرو۔''

یہاں یہ تو واضح ہے کہ یہ آیت مکہ کے مسلمانوں کے حوالے سے ایک انتہائی اہم حقیقت بیان کر رہی ہے کہ تم مکہ میں بہت کم تعداد میں تھے۔ اُم القریٰ جزیرہ نما عرب کی مرکزی بستی تھی جہاں بے شمار قبیلے آباد تھے۔ آبادی کا تناسب یہیں سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ جنگ اُحد کے موقع پر مکہ سے تین ہزار افراد مسلمانوں سے مقابلہ کے لیے نکل آئے تھے۔ جبکہ دوسری طرف 13 برس کی دعوت و تبلیغ کے باوجود مکہ میں مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ دو سو سے زائد نہ ہو سکی تھی۔ جو تھے وہ بھی ظلم کی چکی میں پس رہے تھے اور ہر وقت یہی خدشہ دامن گیر رہتا تھا کہ مسلمانوں کو مٹا دیا جائے گا کیونکہ مکہ کے لوگ آپ ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کے خون کے پیاسے تھے۔ ان حالات میں اللہ نے مسلمانوں کو مدینہ میں پناہ دی جہاں اوس اور خزرج قبائل کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی نصرت کا اہتمام کیا اور اس بناء پر آپ ﷺ نے یہود سے معاہدے کیے اور اس طرح مدینہ میں ایسی ریاست کا قیام عمل میں آ گیا جس میں مسلمانوں کو دین پر عمل پیرا ہونے میں آزادی حاصل ہوگئی۔ یہ سب انعامات و احسانات اللہ کی طرف سے تھے اور اس کا مقصد یہی تھا کہ مسلمان اللہ کا شکر ادا کریں اور شکر کا تقاضا یہ نہیں تھا کہ مدینہ میں ایک ریاست مل گئی تو بس اب وہیں پر رہو اور باقی دنیا سے مت چھیڑو، نہیں بلکہ شکر کا اصل تقاضا یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہر پکار پر لبیک کہا جائے یعنی اللہ کے دین کو ہر کہیں نافذ و غالب کیا جائے تاکہ دنیا سے ظلم واستحصال کا خاتمہ ہو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے شکر گزاری کا یہی نمونہ قائم کرتے ہوئے اللہ کے دین کو تمام عرب پر غالب و نافذ کیا اور آپ ﷺ کے صحابہؓ نے آپ ﷺ کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے اپنی زندگیاں جہاں میں دین کے غلبہ کے لیے وقف کر دیں۔

اسی آیت کے تناظر میں دیکھا جائے تو لگتا ہے کہ اس میں پاکستان کی داستان بھی بیان ہو رہی ہے اور اس میں کوئی شک بھی نہیں کیونکہ قرآن میں برملا کہا گیا ہے کہ: ﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰﴾﴾ ''(اے لوگو!) اب ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب نازل کر دی ہے' اس میں تمہارا ذکر ہے۔ تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟'' (الانبیاء)

قرآن مجید میں جہاں بیشتر اقوام اور مذاہب کا ذکر موجود ہے وہیں پر یہ ایک ایسا آئینہ بھی ہے جس میں ہر قسم کے فرد اور قوم کو اپنی تصویر کہیں نہ کہیں مل جائے گی۔ اسی آئینے میں ہم اپنی تصویر بھی دیکھ سکتے ہیں۔ فرمایا:

﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور یاد کرو جبکہ تم تھوڑی تعداد میں تھے اور زمین میں دبا لیے گئے تھے''

قیام پاکستان سے قبل مسلمان برصغیر اقلیت میں ہونے کی بناء پر ہر سطح پر ظلم واستحصال اور ناانصافی کا شکار تھے۔ کیونکہ انگریزوں نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی لہٰذا ان کی اصل دشمنی بھی مسلمانوں سے تھی لہٰذا مسلمانوں کو ہر سطح پر دبایا جا رہا تھا اور ان کے مقابلے میں ہندوؤں کو اوپر اُٹھایا جا رہا تھا تاکہ مسلمان اقلیت میں ہونے کی بناء پر ہمیشہ کے لیے ہندوؤں کے غلبے تلے دب جائیں۔

﴿تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ﴾ ''تمہیں اندیشہ تھا کہ لوگ تمہیں اُچک لے جائیں گے''

خاص طور پر شدھی اور سنگھٹن تحریکیں شروع ہی اسی لیے ہوئی تھیں کہ مسلمانان برصغیر کو دوبارہ ہندو بنایا جائے۔ یعنی مسلمانوں کا برصغیر سے وجود ہی مٹا دیا جائے۔ ان تحریکوں کی سرپرستی سرکاری طور پر ہو رہی تھی۔

﴿فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ﴾ ''تو اللہ نے تمہیں پناہ کی جگہ دے دی اور تمہاری مدد کی اپنی خاص نصرت سے''۔

زمینی حقائق کے مطابق پاکستان بن ہی نہیں سکتا تھا۔ اس وقت انگریز حاکم تھا اور وائسرائے ہند ماؤنٹ بیٹن

پریس ریلیز 7 جولائی 2017ء

اسلام دشمن قوتیں پاکستان کے گرد گھیرا تنگ کر رہی ہیں

نریندر مودی کے اسرائیل پہنچنے پر اسرائیلی وزیراعظم نے کہا کہ ہم آپ کا ستر سال سے انتظار کر رہے تھے

امریکی سینیٹر جان مکین نے پاکستان کو دھمکی دی ہے کہ پاکستان اپنا رویہ بدلے وگرنہ ہم اپنا رویہ بدل لیں گے

حافظ عاکف سعید

اسلام دشمن قوتیں پاکستان کے گرد گھیرا تنگ کر رہی ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ بھارتی وزیراعظم نریندر مودی پاکستان کے بارے میں امریکہ کو گمراہ کر کے اسرائیل جا پہنچا جہاں اُس کا شاندار اور والہانہ استقبال ہوا۔ اسرائیلی وزیراعظم نے کہا کہ ہم آپ کا ستر سال سے انتظار کر رہے تھے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق بھارتی وزیراعظم نے کشمیر میں آزادی کی تحریک کو دبانے کے لیے اسرائیل سے مدد مانگی جس کی اسرائیل نے مکمل طور پر یقین دھانی کرائی۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ بھارت پہلے ہی کشمیر میں ظلم وستم ڈھانے کی نئی مثالیں قائم کر رہا ہے اب اس میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ امریکی سینٹ کی کمیٹی برائے Armed services کے چیئرمین سینیٹر جان مکین نے پاکستان کا دورہ مکمل کر کے افغانستان پہنچ کر پاکستان کو دھمکی دی ہے کہ پاکستان اپنا رویہ بدلے وگرنہ ہم اپنا رویہ بدل لیں گے۔ اُنہوں نے حکومت پاکستان کو خبردار کیا کہ جان مکین کی دھمکی کو سنجیدگی سے لیں اور ملک میں سیاسی عدم استحکام اور معاشی انتشار کی کیفیت کو ختم کریں تاکہ متحد اور مضبوط ہو کر دشمن کا مقابلہ کیا جاسکے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی)

جو پاکستان کا سخت مخالف تھا اور قائداعظم سے سخت نفرت کرتا تھا، اس کی دشمنی اسلام سے تھی اور قائداعظم اس وقت مسلمانوں کے نمائندے تھے۔ دوسری طرف ہندو اکثریت میں ہونے کی بناء پر سیاسی طور پر بہت مضبوط تھے۔ کانگریس کے مقابلے میں مسلم لیگ کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی کیونکہ مسلم لیگ نوابوں کا ٹولہ تھی جس سے مسلمان بھی تنگ تھے اور خود قائداعظم مایوس ہو کر انگلینڈ چلے گئے تھے جنہیں علامہ اقبال واپس لائے کیونکہ علامہ سمجھتے تھے کہ پاکستان کا مقدمہ قائداعظم ہی لڑ سکتے ہیں۔ لیکن خود قائداعظم نے اپنے بالکل آخری دور میں تسلیم کیا کہ ''پاکستان کا بننا غیبی تائید اور رسولؐ خدا کے فیضان کے بغیر ممکن ہی نہیں تھا۔ لہٰذا اب مسلمانانِ پاکستان کو چاہیے کہ وہ یہاں خلافت راشدہ کا نظام قائم کریں۔'' ڈاکٹر ریاض علی شاہ سمیت ڈاکٹروں کی پوری ٹیم نے یہ الفاظ خود قائداعظم سے سنے اور بیان کیے۔ گویا پاکستان کا بننا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانانِ برصغیر کے لیے خاص عنایت تھی اور اللہ کی نصرت کے بغیر یہ ممکن نہیں تھا۔

﴿وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ﴾ ''اور تمہیں بہترین پاکیزہ رزق عطا کیا''۔

پاکستان ایسا ملک ہے جس پر اکثر ممالک رشک کرتے ہیں کیونکہ یہاں کی آب و ہوا، زرخیز زمین، چاروں موسم، ہر طرح کے پھل، سبزیاں، اجناس اور اعلیٰ ترین معدنی دولت بہت کم قوموں کو نصیب ہے۔

﴿لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٢٦﴾﴾ ''تاکہ تم شکر ادا کرو۔''

مسلمانانِ پاکستان پر اللہ تعالیٰ کی یہ سب عنایات اس لیے تھیں تاکہ یہاں کے مسلمان اللہ کا شکر ادا کریں۔ انگریز کے آنے سے پہلے جب یہاں مسلمان حاکم تھے تو بے شک اوپر بادشاہت تھی لیکن نیچے تو اسلامی نظام چل رہا تھا۔ خاص طور پر عدالتی نظام میں قاضی فیصلے کرتے تھے۔ یہ تو انگریز نے حاکم بنتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ عدالتی نظام ختم کر کے ملکہ وکٹوریہ کا قانون نافذ کر دیا۔ اور آج بھی ہم اسی قانون کو پوج رہے ہیں۔ چنانچہ شکر کا سب سے پہلا تقاضا یہ تھا کہ ملکہ وکٹوریہ کے قانون کو ختم کر کے اللہ کے دین اور قانون کو نافذ کیا جاتا۔ یہ بات اب ریکارڈ پر ہے کہ قائداعظم نے "Reconstruction of Islamic system" کے نام سے ایک ادارہ قائم کر کے اس کام کا آغاز کر دیا تھا۔ انہوں عالم اسلام کے مشہور سکالر علامہ اسد جو جدید اور قدیم علوم میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے کو اس کا سربراہ مقرر کیا جن کے ذمہ پورے نظام کو اسلامی بنیادوں پر reconstruct کرنا تھا۔ علامہ اسد نے کام کا آغاز نظام تعلیم سے کیا۔ قائداعظم کو اللہ نے مہلت نہیں دی، ان کے منظر سے ہٹتے ہی ہماری بیوروکریسی نے علامہ اسد کو سفیر بنا کر دوسرے ملک میں بھیج دیا اور پیچھے ان کا سارا ریکارڈ جلا دیا گیا۔ شکر کا تقاضا تو یہی تھا کہ ہم یہاں اللہ کا دین نافذ کرتے مگر ہم اس وعدے سے ہی مکر گئے جس پر ہم نے پاکستان حاصل کیا تھا۔ جبکہ اگلی آیت میں اللہ نے اسی سے منع کیا تھا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ﴾

''اے اہل ایمان! مت خیانت کرو اللہ سے اور رسول (ﷺ) سے''

سب سے بڑی خیانت تو یہی تھی کہ ہم نے وعدے کے باوجود اس ملک میں اللہ کا دین نافذ نہیں کیا اور نہ ہی اسے قائم کرنے کے لیے تیار ہیں۔ جبکہ مٹھی بھر طالبان افغانستان نے جب اس فطری نظام کا معمولی سا نقشہ پیش کیا تو پوری دنیا اس کو مٹانے کے لیے چڑھ دوڑی کہ ؎

ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں

حالانکہ ڈاکٹر جاوید اقبال جیسا سیکولر شخص وہاں گیا تو واپس آ کر بیان دیا کہ ''طالبان نے جو نظام قائم کر کے دکھا دیا ہے اگر دنیا میں ایک دو اور اسلامی ملکوں میں یہ نظام قائم ہو جائے تو ساری دنیا مسلمان ہو جائے''۔ یہ وہی نظام ہے جس کو ہم یہاں قائم کرنے سے صاف مکر گئے اور اس کو عملاً پاؤں تلے روند رہے ہیں، ہماری اعلیٰ عدالتیں اس کی دھجیاں بکھیر رہی ہیں۔ ہمارے آئین میں لکھا تو یہ گیا ہے کہ حاکمیت اللہ کی ہے لیکن عملاً کسی لیول پر حاکمیت اللہ کی ہے ہی نہیں۔ سارے قوانین وہی ہیں جو انگریز چھوڑ کر گیا تھا۔ جب بتایا جائے کہ عائلی قوانین کو اسلامی کرو تو تحفظ حقوق نسواں بل کے خوبصورت عنوان کے تحت نیا بل لایا جاتا ہے اور اسلامی عائلی نظام کی دھجیاں بکھیری جاتی ہیں۔ قرآن کی بجائے یہود و نصاریٰ ہمارے راہنما ہیں، وہ جو ایجنڈا دے رہے ہیں اس پر عمل ہو رہا ہے، ان کی بات قابل تقلید اور قابل عمل سمجھی جاتی ہے۔ سودی نظام کے بارے میں طے ہے کہ اس کو ختم نہیں کرنا چاہے ہماری عدالتیں اس کے خلاف فیصلہ دے بھی دیں۔ سود کے بارے سپریم کورٹ کا اپیلٹ بینچ فیصلہ دے چکا کہ بنک انٹرسٹ حرام ہے بلکہ حکومت کو اس کا متبادل سسٹم بھی دیا ہوا ہے لیکن کیا مجال کہ اس طرف قدم بڑھا ہو۔ بحیثیت مجموعی ہم اللہ اور رسول ﷺ کے باغیوں کی صف میں کھڑے ہیں۔

﴿وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٧﴾﴾ ''اور نہ ہی اپنی (آپس کی) امانتوں میں خیانت کرو جانتے بوجھتے۔''

آپس کی امانتوں میں خیانت میں تو شاید ہی دنیا میں ہمارا کوئی ثانی ہو۔ ہمارا حکمران طبقہ اور ایلیٹ کلاس تو کرپشن کو کرپشن نہیں سمجھتی۔ سب کو معلوم ہے کہ یہ اللہ اور رسول ﷺ سے بھی خیانت ہے اور عوام سے بھی لیکن اس کے باوجود ہر سطح پر کرپشن ہو رہی ہے۔ اسی طرح سود کے حوالے سے بھی تنظیم اسلامی نے گزشتہ سال ملک گیر آگاہی مہم چلائی۔ الحمدللہ ملک کے تمام بڑے شہروں میں پیغام پہنچ گیا کہ سود اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ لیکن اس کے باوجود جانتے بوجھتے سود اور سودی معیشت کے دفاع میں ہم فرنٹ پر ہیں۔

﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ ''اور جان لو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں''

ہر وہ چیز فتنہ ہے جس کے ذریعے انسان کو آزمایا جاتا ہے۔ ہم مال اور اولاد کو دنیا کی سب سے بڑی نعمت گردانتے ہیں اور ان کی محبت میں انسان حرام میں منہ مارتا ہے۔ حالانکہ انہیں کی وجہ سے انسان کو سخت امتحان میں ڈالا گیا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ کا مفہوم ہے کہ روز محشر انسان کے قدم اس وقت تک ہل نہیں سکیں گے جب تک کہ وہ پانچ چیزوں کا حساب نہ دے اور ان میں سے ایک سوال یہ بھی ہوگا کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟

اسی طرح اولاد کے بارے میں بھی آخرت میں پوچھا جائے گا کہ صحیح بنیادوں پر تربیت کی تھی یا نہیں۔ کیا وہ تعلیم اولاد کا حق نہیں جو اسے دنیا کی زندگی کے امتحان میں کامیابی اور آخرت کی سرخروئی کا ذریعے بنے؟ لیکن یہاں سارا رجحان مغربی تعلیم کی طرف ہے جس کے ذریعے دنیوی ترقی کے امکانات ہوتے ہیں دینی تعلیم کے لیے ہمارے پاس وقت ہی نہیں ہوتا۔ لہٰذا اسی ایک آزمائش میں ہم پورے اُترتے دکھائی نہیں دیتے اور نہ ہی اس کے انجام سے ڈرتے ہیں۔

﴿وَأَنَّ اللَّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٢٨﴾﴾ ''اور یہ کہ اللہ ہی کے پاس ہے بڑا اجر''

نہ یہ مال تمہارے کسی کام آئے گا اور نہ یہ اولاد بلکہ یہ الٹا وبال جان بنیں گے۔ لہٰذا اصل کامیابی اسی میں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے دین کے تقاضوں کو پورا کرنے کی عملی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کے تقاضوں کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

آسمانی ہدایت کے علمبرداروں کی حکمت اور لائف سٹائل کے برعکس خدابےزار، وحی بےزار اور انسان دشمن رویوں کے حامل خدائی کے دعویدار، خود پرست اور بت پرست حکمرانوں کی فکر اور لائف سٹائل انسانیت اور انسان دوست رویوں کے لئے مہلک ثابت ہوتے ہیں۔ دورِ جدید یا دورِ قدیم ہر زمانے کے مطلق العنان حکمرانوں نے ایک ہی طرح کا طرزِ حکومت اختیار کیا ہے محکوموں کو غلام بنالینا، انسانوں کے درمیاں تفریق ڈال دینا، ذات برادری، حیثیت اور رنگ کی بنیاد پر انسانوں کی شناخت اور باہمی رقابتوں کو جنم دے کر خود حکمران بن کر بلاواسطہ نہ سہی بالواسطہ خدائی کے دعوے دار بن جاتے ہیں اور (حکمت کلیمی کے بالمقابل) حکمت فرعونی ہے۔ اس طرزِ حکومت میں (جس کا نمائندہ گزشتہ کئی صدیوں سے آج کا مغرب ہے) انسان اخلاق اور کردار میں زوال کے باعث حیوان بن جاتا ہے اور حیوانیت کی سطح پر زندگی گزارتا ہے۔ بے حیائی، عریانیت، بے لباسی، حرام کاری، نشہ آور اشیاء کا استعمال اور اخلاقی جرائم کا فروغ اس طرزِ حکومت کا حاصل ہے۔ اس ماحول میں انسانیت منہ چھپاتی ہے، اخلاق اور کردار کا صرف نام رہ جاتا ہے اور انسان خونی رشتوں کی تمیز تک سے تہی دامن ہو کر رہ جاتا ہے۔ الامان الحفیظ۔ علامہ اقبال کے نزدیک یہی حکمتِ فرعونی ہے اور یہی آج کی حکمتِ مغرب بھی۔

حکمتِ فرعونی 1

1 **حکمتِ اربابِ دیں کردم عیاں — حکمتِ اربابِ کیں را ہم بداں**

میں نے اہل دین کی حکمت کو (پہلے) واضح کر دیا ہے (اس کے برعکس اہل دین سے) کینہ رکھنے والوں (فرعونیوں) کی حکمت بھی جان لو

2 **حکمتِ اربابِ کیں مکر است و فن — مکر و فن؟ تخریبِ جاں تعمیرِ تن!**

اہل دین سے کینہ رکھنے والوں کی حکمت مکر اور فن ہے مکر اور فن کا مطلب؟ روح (حقیقت انسان) کو بگاڑنا اور جسم کو سنوارنا!

3 **حکمتے از بندِ دیں آزادۂ — از مقامِ شوق دور افتادۂ**

یہ ایسی حکمت اور رویّے ہیں جو دین کے ضابطوں سے آزاد ہیں جو مقامِ شوق سے بےتعلق اور (بہت) دُور ہیں اور انسان کو حیوان کی سطح تک گرا دیتے ہیں۔

4 **مکتب از تدبیر او گیرد نظام — تا بکامِ خواجہ اندیشد غلام!**

اس حکمت کی تدبیر سے تعلیم کا ایسا ہمہ گیر نظام جاری ہوتا ہے جس سے غلام اپنے آقا کی مرضی کے حصول ہی کی سوچ رکھتا ہے

1۔ (حکمت کلیمی اللہ تعالیٰ کی صفت 'حکیم' کا انسانی شعور پر پڑنے والے عکس جمیل کا دوسرا نام ہے) اب ذرا روئے ارضی پر آسمانی ہدایت کے دشمن، خدابےزار اور انسان دشمن رویّوں کے حامل خدائی کے دعویدار افراد، گروہوں اور تہذیبوں (جیسے عصر حاضر کی حالیہ مغربی تہذیب) کا حال بھی سن لو۔ دنیاداروں کی حکمت، حکمت فرعونی ہے۔

2۔ خدابےزار اور وحی بےزار یعنی اہل دین سے کینہ رکھنے والوں کا فلسفہ حیات مکر وفن ہے یعنی عیش کوشی کی زندگی کے ساتھ دوسروں کے حقوق کا استحصال اور دھوکہ، دھونس اور دھاندلی ہے۔ اپنی جھوٹی اَنا کی تسکین کے لیے اور اپنے اقتدار کے دوام کے لیے اپنے جیسے انسان کو غلام بنالینا، اُن کے وسائل رزق پر قبضہ کر لینا، قتل کرا دینا ان کا وطیرہ ہے۔ مکر وفن سے شاعر کی مراد اپنے جسم اور جسمانی تقاضوں کی تسکین و تکمیل اور روح اور خودی کی تخریب اور بگاڑ کا عام ہونا ہے۔ یعنی حیات دنیا پر نگاہیں مرکوز ہوں اور آخرت سے چشم پوشی اور مجرمانہ غفلت۔ یہ مکر وفن، انسان دشمنی اور اخلاق دشمنی کا دوسرا نام ہے۔

3۔ اس کی سوچ اور نظریات یا فلسفہ زندگی آسمانی ہدایت اور پیغمبروں کی تعلیم کی پابندیوں سے آزاد، مادر پدر آزادی ہے آج کی اصطلاح میں اس کا نام لبرلزم (LIBERALISM) ہے یعنی ان کا نعرہ آزادی (FREEDOM) ہے یہ آزاد خیالی دراصل سماج، معاشرہ، مذہب، مصلح اور اخلاقی معلّم کی قدغنوں اور پابندیوں سے آزادی بلکہ بےزاری کا نام ہے اس کا نام مغرب کے اخلاق باختہ دانشوروں نے روشن خیالی رکھ دیا ہے۔ زندگی گزارنے کا یہ انداز حقیقی انسانی سوچ اور ایک خالق و مالک کے تصور کے سامنے جھکنے اور اسے محبوب بنانے کے اعلیٰ تصور سے بہت دُور اور بےتعلق ہے۔

4۔ فرعونی سوچ کے ساتھ جو نظامِ حیات بنتا ہے وہ آج سے ہزاروں سال قبل کا ہو یا عصر حاضر کی مغربی برطانوی صہیونی تہذیب کا، اس کے خدوخال ایک جیسے ہیں۔ اسی نظام کا حصہ وہ نظام تعلیم ہے جس سے گزر کر محکوم اور غلام قوم کے افراد میں آزادی کی حس ہی ختم ہو جاتی ہے اور غلام قوم کے افراد آقا کی خوشنودی اور غلامی کو ہی اپنا مقصودِ حیات سمجھتے ہیں۔ اکبر الہ آبادی نے اسی بات کو یوں فرمایا ہے

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

اگر ہم دنیا اور آخرت دونوں کی سربلندی چاہتے ہیں تو واحد راستہ یہی ہے کہ ہم اللہ، اس کے رسول ﷺ اور دین کے سچے وفادار بن جائیں اور اس کو پورے طور پر اختیار کر کے اپنے عمل سے ثابت کریں کہ ہماری پہلی ترجیح اللہ ہے، اس کے رسول ﷺ ہیں اور اللہ کا دین ہے: حافظ عاکف سعید

رمضان کا حاصل کے موضوع پر
حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: قرآن پاک میں روزے کا مقصد حصولِ تقویٰ بتایا گیا ہے۔ تقویٰ کیا ہے؟

جواب: تقویٰ ہمارے دین کی ایک بہت اہم اصطلاح ہے جو خود قرآن کی وضع کردہ ہے لیکن اس کو بالعموم صحیح طور پر سمجھا نہیں گیا۔ ہمارے ہاں تقویٰ کا عام ترجمہ کیا جاتا ہے، ڈرنا۔ جیسے ﴿اتقوا اللہ﴾ اللہ سے ڈرو۔ لیکن اس ترجمے میں تقویٰ کا پورا مفہوم واضح نہیں ہوتا۔ تقویٰ کے لفظی معنی ہیں بچنا یا اپنے آپ کو بچانا۔
﴿فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ﴾ (البقرہ:24) ''تو پھر بچو اُس آگ سے جس کا ایندھن بنیں گے انسان اور پتھر۔''

تقویٰ کا اصل مفہوم ہے اللہ کی ناراضگی سے بچنا۔ اللہ ہمارا رب ہے، خالق ہے، وہ ہم پر بہت مہربان بھی ہے جیسے سورۃ الفاتحہ میں اللہ کا تعارف بیان ہوا ہے۔
﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○﴾ ''کل شکر اور کل ثنا اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار اور مالک ہے۔ بہت رحم فرمانے والا، نہایت مہربان ہے''۔

لیکن جیسے ایک شفیق باپ سے بچے ڈرتے بھی ہیں کہ کہیں ہماری غلطی یا کوتاہی سے باپ ناراض نہ ہو جائے جبکہ معلوم ہے کہ باپ کے دل میں شفقت بھی ہے محبت بھی ہے اسی طرح تقویٰ کا اصل مفہوم یہ ہے کہ ہم اللہ کو ناراض نہ کریں، اللہ کے ساتھ ہمارا طرزِ عمل ایسا ہو کہ وہ ہم سے ناراض نہ ہو۔ ہمیں ہر وقت اس کی فکر ہونی چاہیے اور عملاً اس کی شکل یہ ہے کہ انسان اللہ کا کوئی حکم نہ توڑے اور ان تمام افعال و اعمال سے گریز کرے جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ اس طرزِ عمل کا نام تقویٰ ہے۔ قرآن مجید میں 70 سے زیادہ مرتبہ تقویٰ کی تاکید آئی ہے۔
﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ﴾ (آل عمران:102) ''اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جتنا کہ اُس کے تقویٰ کا حق ہے''

تقویٰ کی اہمیت بنیادی نوعیت کی اس لیے بھی ہے

مرتب: محمد رفیق چودھری

کہ قرآن مجید میں بار بار بیان ہوا کہ جنت میں وہی جائے گا جس کے دل میں تقویٰ ہوگا۔
﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴿۵۴﴾﴾ (القمر) ''یقیناً متقین باغات اور نہروں (کے ماحول) میں ہوں گے۔''
﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾﴾ (النباء:31) ''یقیناً اہل تقویٰ کے لیے کامیابی ہوگی۔''

لہٰذا اُخروی کامیابی کا بنیادی تقاضا یہی ہے کہ ہم اللہ کا تقویٰ اختیار کریں۔ یعنی اللہ کے احکامات کو توڑنے سے اور اس کو ناراض کرنے سے شعوری طور پر بچنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ روزہ مسلمانوں پر اسی لیے فرض کیا گیا ہے تاکہ ان میں تقویٰ پیدا ہو۔
﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾﴾ (البقرہ) ''اے ایمان والو! تم پر بھی روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جیسے کہ فرض کیا گیا تھا تم سے پہلوں پر تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو جائے۔''

کیونکہ انسان کے ساتھ ایک حیوانی نفس بھی ہے۔
﴿اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ﴾ (یوسف:53) ''یقیناً (انسان کا) نفس تو برائی ہی کا حکم دیتا ہے''

یہ حیوانی نفس انسان کو دے کر اس دنیا میں آزمایا جا رہا ہے:
﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ﴾ (الملک:2) ''جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال کرنے والا ہے۔''

چنانچہ اس نفس کو کنٹرول کرنے کے لیے روزے کی عبادت فرض کی گئی ہے تاکہ انسان ماہ رمضان میں صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک حلال چیزوں سے بھی اپنے آپ کو روکے رکھے۔ روزے کی شرائط و آداب کی پابندی کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے اندر گناہوں سے، حرام سے بچنے کی عادت پیدا ہوگی۔ یعنی تقویٰ پیدا ہوگا اور جب تقویٰ ہوگا تو پھر آخرت بھی سنور جائے گی۔ ان شاء اللہ!

سوال: عام طور پر رمضان میں ہمیں معاشرے میں نیکی کا رجحان نظر آتا ہے جو سال کے باقی 11 مہینوں میں نظر نہیں آتا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: رمضان میں ہر نیکی کا اجر 70 گناہ زیادہ ملتا ہے اور خود روزہ رکھنے کا اجر و ثواب تو بے حساب ہے، اس لحاظ سے یہ نیکیوں کا موسم بہار ہے یا لوٹ سیل کا مہینہ ہے۔ چنانچہ اللہ نے انسان کی نفسیات ایسی بنائی ہے کہ جب لوٹ سیل لگی ہوتی ہے تو گاہک زیادہ ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا رمضان سے استفادہ حاصل کرنے کے بعد انسان اپنے آپ کو مطمئن کر لیتا ہے کہ میں نے بہت نیکیاں کمالی ہیں لہٰذا اب بقیہ 11 مہینوں میں اس کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ اصل میں شیطان ہمیں دھوکہ دیتا ہے۔

سوال: دوسرے مذاہب کے لوگ دینی تہواروں کے موقع پر اپنے صارفین کو خاص سہولت دیتے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں تاجر برادری اپنا منافع کمانے کے چکر میں ہوتی ہے، ہمارے اس معاشرتی مسئلے کا حل کیا ہے؟

جواب: ہمارے دین کا تقاضا ہے کہ اشیائے صَرف کی قیمتوں میں ذخیرہ اندوزی نہ ہو اور کسی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ نہ اُٹھایا جائے۔ اصل میں رمضان میں بعض چیزوں کی مانگ بڑھ جاتی ہے جس کا فائدہ اُٹھایا جاتا ہے۔ اگر دل میں خدا خوفی ہوگی تو ذخیرہ اندوزی سے بچا جا سکے گا۔ ان تمام باتوں کا تعلق تقویٰ سے ہے۔ دینی اُصولوں کو اگر آپ اختیار کر لیں تو سارے مسائل حل ہوجائیں گے۔ لیکن دین ہماری ترجیح نہیں ہے اور ہم صرف اپنے ذاتی منافع کو دیکھتے ہیں۔ اس کا ایک حل تو یہ ہوسکتا ہے کہ حکومت اپنی ذمہ داریاں پوری کرے، مہنگائی اور ذخیرہ اندوزی پر پابندیاں لگائے اور نظر بھی رکھے اور کسی حد تک حکومت ایسا کرتی بھی ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ حکومت جتنا مرضی زور لگا لے نہ کبھی قابو پا سکی ہے اور نہ پا سکے گی۔ ہاں! اگر ہمارے دلوں میں تقویٰ ہوگا تو معاملہ نارمل ہو جائے گا۔

سوال: رمضان المبارک کی برکت کی اصل وجہ نزول قرآن ہے کیونکہ رمضان میں قرآن نازل ہوا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ پاکستان کا قیام بھی رمضان المبارک میں ہوا۔ کیا اس میں کوئی Divine حکمت ہے؟

جواب: عام لوگوں کو اس بات کا علم ہی نہیں ہے کہ رمضان کی اصل فضیلت قرآن کی بدولت ہے۔ رمضان کا نام آتے ہی لوگوں کا ذہن فوراً روزے کی طرف جاتا ہے۔ حالانکہ رمضان کا اصل تعارف یہ ہے:
﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ﴾ ’’رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا لوگوں کے لیے ہدایت بنا کر اور ہدایت اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کی روشن دلیلوں کے ساتھ۔‘‘

رمضان کے اس تعارف میں قرآن کی اہمیت اور عظمت بیان کی جا رہی ہے کہ اس مہینے میں انسان کے لیے وہ عظیم ترین نعمت الہدیٰ نازل کی گئی جس کی انسان کو دنیا کے اس مشکل امتحان میں اشد ضرورت تھی۔ زندگی کا اصل مقصد کیا ہے، امتحان کیسا ہے، اس میں کامیابی کی شرائط کیا ہیں اور ناکامی کا باعث کیا ہے، حق کیا ہے، باطل کیا ہے؟ یہ سب قرآن میں کھول کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔ آگے فرمایا:
﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ﴾ (البقرۃ:185) ’’تو جو کوئی بھی تم میں سے اس مہینے کو پائے (یا جو شخص بھی اس مہینے میں مقیم ہو) اس پر لازم ہے کہ روزہ رکھے۔‘‘

رمضان کے تعارف میں پہلے قرآن کی عظمت اور اہمیت بیان ہوئی جس کا مطلب ہے کہ واقعتاً رمضان اصلاً نزولِ قرآن کا مہینہ ہے۔ اسی ماہ میں وہ رات بھی ہے جس کے بارے میں فرمایا:
﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ①﴾ ’’یقیناً ہم نے اتارا ہے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں۔‘‘

یہاں بھی درحقیقت قرآن کی عظمت بیان ہورہی

> **قرآن اور پاکستان دونوں کا لیلۃ القدر میں عطا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ پاکستان کا قرآن اور اسلام کے ساتھ بڑا گہرا اور فطری تعلق ہے۔**

ہے کہ جس رات قرآن کا نزول ہوا وہ رات ہزار مہینوں سے افضل قرار پائی۔ حقیقتاً اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان میں سب سے بڑی نعمت یہ قرآن ہے کہ جس مہینے میں یہ نازل ہوا وہ تمام مہینوں سے افضل قرار پایا اور جس رات قرآن نازل ہوا وہ رات ہزار مہینوں سے افضل قرار پائی۔ چنانچہ پاکستان کا لیلۃ القدر میں وجود میں آنا اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن، رمضان اور پاکستان کا کوئی خاص اور گہرا تعلق ہے۔ یہ دنیا کا واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر بنا۔ شاید اسی کی معنویت کو اُجاگر کرنے کے لیے کہ اس کا تعلق اسلام سے ہے کیونکہ تحریک پاکستان کے دوران ہمارا نعرہ تھا: ’’پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ‘‘ اور مصورِ پاکستان علامہ اقبال کا ویژن بھی یہی تھا کہ پاکستان حقیقی اسلام کا ایسا نمونہ ہوگا جو پوری دنیا کے لیے مشعل راہ بنے گا۔ اسی طرح قائداعظم کا ویژن بھی یہی تھا۔ ان کی سو سے زیادہ تقاریر کا حاصل یہ ہے کہ پاکستان کا دستور قرآن ہے اور اس کے ذریعے سے ہم اسلامی نظام کا ایک نمونہ پیش کریں گے جو پوری دنیا کے لیے مشعل راہ بنے گا۔ تو چونکہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا ہے اور اسلام میں بہت بڑی عظمت والی شے قرآن مجید ہے لہٰذا ان دونوں کا لیلۃ القدر میں عطا ہونا گویا اس بات کی علامت ہے کہ پاکستان کا تعلق حقیقت اسلام اور حقیقت دین سے بڑا گہرا ہے اور یقینی طور پر یہ اللہ کا ایک خاص فضل ہے اور اس کی رحمت کا اشارہ ملتا ہے کہ یہ خاص تحفہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں عطا ہوا۔

سوال: ہمارے ذرائع ابلاغ خصوصاً الیکٹرانک میڈیا جس انداز میں سحر و افطار کی ٹرانسمیشن لے کر چل رہا ہے جس میں اداکار، کھلاڑی اور گلوکار اپنے اپنے انداز میں ہمیں دین سکھلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیا یہ کوئی پبلک ڈیمانڈ ہے یا کوئی بیرونی ایجنڈا ہے، جس کو میڈیا چینلز لے کر چل رہے ہیں؟

جواب: بات سیدھی سی ہے کہ ہمارے الیکٹرانک میڈیا کا کوئی تعلق اسلام، دین اور قرآن سے نہیں ہے۔ ہمارا میڈیا بے حیائی، فحاشی وعریانی، سنسنی خیزی اور سیکولرازم کو پروموٹ کر رہا ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ النور میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ﴾ ’’بے شک جو لوگ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان میں بے حیائی کا چرچا ہو اُن کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔‘‘ (آیت:19)

گویا کہ قرآن مجید میں اللہ اور رسول ﷺ کی طرف سے ایک وارننگ دی گئی ہے۔ لیکن ہمارے ہاں اس بات کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا بلکہ اُلٹا فحاشی اور بے حیائی کے فروغ کو تجارت بنا لیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلام دشمن ابلیسی قوتیں بھی اس کے ذریعے سے اپنے بہت سے ایجنڈوں کی تکمیل میں مصروف ہیں۔ چنانچہ رمضان ٹرانسمیشن کا بالعموم اس سے کوئی سروکار نہیں ہے کہ دین کی حقیقی روح کیا ہے۔ یہ چیز ایک اعتبار سے دین کو بگاڑنے اور لوگوں کو دین کے پردے میں بے دینی سکھانے کے مترادف ہے۔

سوال: آپ کی نظر میں رمضان کا اصل حاصل کیا ہے؟

جواب: رمضان کا اصل حاصل تقویٰ ہے اور تقویٰ شرط ہے اُخروی کامیابی کے لیے۔ تقویٰ یہ ہے کہ انسان گناہوں سے، حرام سے اور اللہ نے جن چیزوں سے منع کیا ہے ان سے بچے، اللہ کی ناراضگی سے بچنے کی شعوری

طور پر کوشش کرے۔ رمضان کے روزے ایک لحاظ سے تقویٰ کے حصول کی ٹریننگ بھی ہیں کہ شدید بھوک پیاس میں انسان کے پاس چیزیں بھی دستیاب ہیں لیکن وہ اپنے آپ کو روک رہا ہے تاکہ اللہ راضی ہو جائے۔ اس ٹریننگ کا حاصل یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو سال کے بقیہ 11 مہینے گناہوں، حرام اور نافرمانی سے بچا سکے، اسی کا نام تقویٰ ہے اور یہی مطلوب ہے۔ سید ابوالحسن ندویؒ انڈیا میں ایک بہت بڑی علمی شخصیت گزرے ہیں۔ انھوں نے اس بات کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا ہے کہ روزے دو طرح کے ہیں۔ ایک رمضان کے روزے ہیں جو شوال کا چاند نظر آنے تک جاری رہتے ہیں اور ایک روزہ ساری زندگی کا ہے جو موت کے وقت ختم ہوتا ہے۔ وہ روزہ ہے ساری زندگی اپنے آپ کو ان تمام چیزوں سے روکے رکھنا جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام اور ممنوع قرار دیا ہے۔ چنانچہ رمضان کے روزے اس ساری زندگی کے روزے کے لیے ٹریننگ کا ذریعہ بنتے ہیں۔ وہ لوگ مبارک باد کے مستحق ہیں جن کو اس ماہ مبارک کی اصل فضیلت سے حصہ ملا اور وہ تقویٰ کی پونجی حاصل کر کے رمضان کے بعد اپنے سفر کا آغاز کریں اور واقعتاً وہ اللہ کے نیک بندوں میں شامل ہوں۔ یعنی وہ زندگی اس طرح گزاریں جیسے کہ اللہ چاہتا ہے۔ قرآن مجید میں اس تقاضے کو کئی انداز سے اُجاگر کیا گیا ہے۔

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً ص﴾ (البقرۃ: 208) ’’اے اہل ایمان! اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔‘‘

یہ نہیں کہ زندگی کے کچھ حصے میں ہم کمپرومائز کر لیں کہ فلاں فلاں معاملے میں ہم نے اطاعت کرنی ہے اور فلاں میں نہیں کرنی۔ یعنی ہم عبادات ساری کریں گے لیکن باقی سیاست، کاروبار اور معاملات وغیرہ میں ہم اپنی مرضی استعمال کریں گے، یا معاشرے کے چلن کے مطابق گزاریں گے۔ یعنی آج کل یورپ اور امریکہ میں جو رجحانات ہیں ہم نے بھی اس کے مطابق زندگی گزارنی ہے۔ تو یہ تقسیم اللہ کو قبول نہیں ہے۔ اللہ کا ہر حکم لازمی ماننا ہے۔ ہاں انسان سے غلطی ہو سکتی ہے لیکن پھر وہ فوراً سچی توبہ کرے۔ اللہ کی طرف رجوع کرے، عزم کرے کہ آئندہ وہ غلطی نہیں ہوگی اور اپنی اصلاح کے لیے کمربستہ ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ توبہ بھی قبول فرما لیتا ہے۔ لیکن اگر ہم زندگی کو مستقلاً دو حصوں میں تقسیم کر لیں کہ زندگی کے کچھ گوشوں میں اسلام پر عمل کریں گے جبکہ دوسرے گوشوں میں یہ ممکن نہیں۔ تو یہ چیز اللہ کو انتہائی ناپسندیدہ۔ میں سمجھتا ہوں کہ رمضان کا اصل حاصل یہ ہے کہ انسان یہ طے کرے کہ وہ اپنی پوری زندگی کو اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت میں گزارے گا۔

سوال: عیدالفطر اُمت مسلمہ کو کیا پیغام دیتی ہے؟

جواب: عیدالفطر امت مسلمہ کو اتحاد و اتفاق کا درس دیتی ہے۔ مگر آج ملت اسلامیہ بہت ہی تشویشناک صورتِ حال سے دوچار ہے۔ امت کئی گروہوں میں بٹ کر ایک دوسرے کو نیچا دکھانے میں لگی ہوئی ہے اور ایک خانہ جنگی کی کیفیت ہے۔ سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم اس وقت ابلیسی قوتوں کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں۔ ان کے ساتھ دوستیاں بڑھا رہے ہیں۔ یہ ایک بہت ہی خوفناک صورتِ حال ہے اور اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ ہم نے اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کر دیا۔ دین ہماری ترجیح نہیں ہے صرف دنیا کے مفادات ہی ہمارا اصل ٹارگٹ ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ ہماری ایلیٹ کلاس اور حکمران طبقہ تو اسی رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ ہم سے پہلی مسلمان اُمت میں بھی جب یہ خرابیاں آ گئی تھیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں شدید عذاب میں مبتلا کیا تھا۔

> جس طرح پہلے یہود پر عذاب آیا تھا۔ آج بالکل وہی عذاب اس امت مسلمہ پر ہے۔ اس لیے کہ ہم نے بھی انہی جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔ جن جرائم کی سزا یہود کو ذلت و مسکنت کی شکل میں ملی تھی۔

﴿ضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الذِّلَّۃُ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْٓا﴾ ’’ان کے اوپر ذلت تھوپ دی گئی ہے جہاں کہیں بھی پائے جائیں‘‘ ﴿اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰہِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ﴾ ’’سوائے یہ کہ (انہیں کسی وقت) اللہ کا کوئی سہارا حاصل ہو جائے یا لوگوں کی طرف سے کوئی سہارا مل جائے‘‘ ﴿وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ﴾ ’’اور یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ہو گئے‘‘۔ (آل عمران: 112)

یعنی یہود نے جب اللہ سے غداری کی تو اللہ تعالیٰ نے غیر مسلم قوتوں سے ان کو پٹوایا اور ذلت اور رسوائی ان کا مقدر بنی اور دنیا میں انہیں شدید ترین ہزیمت اور شکست کا سامنا رہا۔ ہمارے کان کھولنے کے لیے یہ مضمون قرآن میں دو جگہ آیا ہے۔ گویا نزول قرآن کے وقت ہی ہمیں متنبہ کر دیا گیا تھا کہ اگر تم نے بے وفائی کی تو یہی حشر تمہارا بھی ہوگا۔ آج ہم وہیں کھڑے ہیں، ہم نے دین سے بے وفائی کی انتہا کر رکھی ہے۔

سوال: آپ کو مستقبل میں کوئی اُمید کی کرن نظر آتی ہے؟

جواب: فوری طور پر تو نظر نہیں آ رہی، لیکن آنحضور ﷺ کی دی ہوئی خبریں ہمارے پیش نظر ہیں اور ہمیں ان پر یقین ہے۔ کیونکہ آپؐ الصادق والمصدوق تھے۔ یقینی طور پر وہ وقت آئے گا کہ اس دنیا میں اللہ کا دین غالب اور سربلند ہوگا لیکن اس سے پہلے اس امت پر عذاب کے کوڑے برسیں گے۔ جس طرح پہلے یہود پر عذاب آیا تھا۔ آج بالکل وہی عذاب اس امت مسلمہ پر ہے۔ اس لیے کہ ہم نے بھی انہی جرائم کا ارتکاب کیا ہے جن جرائم کی سزا یہود کو ذلت و مسکنت کی شکل میں ملی تھی۔ لیکن ساتھ یہ بھی کہا گیا ہے کہ:

﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۹﴾﴾ ’’اور تم ہی سربلند رہو گے اگر تم مؤمن ہوئے۔‘‘ (آل عمران: 139)

آج مسلمانوں تک یہی پیغام پہنچانے کی ضرورت ہے۔ اصل میں اللہ کا یہ وعدہ دہرا ہے۔ اگر ہم واقعی اللہ، رسولؐ اور اللہ کے دین کے وفادار بن جائیں تو نہ صرف اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت کی اصل کامیابی عطا فرمائے گا بلکہ دنیا میں بھی عزت و سربلندی، غلبہ و اقتدار مسلمانوں کو ملے گا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ لہٰذا امت کے لیے یہی پیغام ہے کہ اگر ہم دنیا اور آخرت دونوں کی سربلندی چاہتے ہیں تو واحد راستہ یہی ہے کہ ہم اللہ، اس کے رسول ﷺ اور دین کے سچے وفادار بن جائیں اور اس کو پورے طور پر اختیار کر کے اپنے عمل سے ثابت کریں کہ ہماری پہلی ترجیح اللہ ہے، اس کے رسول ﷺ ہیں اور اللہ کا دین ہے۔

قارئین پروگرام ’’زمانہ گواہ ہے‘‘ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

ضرورت رشتہ

لاہور میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 24 سال، حافظِ قرآن، ایم بی بی ایس ڈاکٹر (ہاؤس جاب) کے لیے باپردہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0323-4461560

خدانے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

دہشت گردی کی عالمی جنگ آج اس مقام پر پہنچ گئی جہاں پاکستان کی سالہا سال کی امریکہ کی خاطر دی گئی قربانیاں بیک قلم مسترد کر دی گئیں۔ اربوں ڈالر امداد کے باوجود خطے میں امریکہ کو محفوظ بنانے کے لیے پاکستان نے کچھ نہیں کیا۔ دہشت گردی کے خلاف مؤثر جنگ لڑنے میں ناکامی کے بعد پاکستان، امریکی فوجی مالی امداد کا مستحق نہیں رہا۔ پاکستان کی نان نیٹو اتحادی حیثیت ختم کرنے اور کولیشن سپورٹ فنڈ روکنے کے اقدامات، نیز ڈرون حملے بڑھانے کا ارادہ ظاہر فرمایا ہے! پاکستان سے پوچھیے کہ اس جنگ میں ہم نے امریکہ کے تحفظ کے لیے ملکی سلامتی کس طرح داؤ پر لگا دی۔ اپنی آبادی اس جنگ میں جھونک کر ہم نے 70،80 ہزار شہری امریکہ پر قربان کیے۔ وہ افغانستان جو ہمارا برادر ملک، جس سے ہمارے ایمانی، نسلی، تہذیبی رشتے تھے۔ جو ہماری پشت کا محفوظ دفاعی حصار تھا۔ جس کو روس کے خلاف جہاد کے دور میں مدد اور پناہ فراہم کر کے ہم ......من تو شدم، تو من شدی کی اخوت میں ڈھل چکے تھے...... ان سے ہم نے امریکہ کی خاطر لالچ (ڈالروں کا) اور خوف کے عالم میں بدترین دشمنی مول لے لی۔ عنداللہ جرم عظیم کا ارتکاب کیا۔ دنیا بھر کے کافروں کے اتحاد بھری صلیبی جنگ بمقابلہ مسلم امارت اسلامیہ میں ہم نے فخریہ ہراول دستے کا کردار ادا کیا۔ صریح ظلم اور ناانصافی پر مبنی جنگ میں دنیا بھر کی عسکری قوت، ایٹم بم بردار ممالک میں ہم بھی پیش پیش تھے۔ آج امریکہ نے پاکستان کے نامۂ اعمال میں یہ ثبت کروادیا ہے کہ یہ جنگ امریکہ کو محفوظ بنانے کے لیے تھی۔ لیکن...... حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا! پاکستان نے امریکی تحفظ کے لیے ادا کیے گئے اربوں ڈالر کے مطابق خدمت انجام نہ دی۔ (باوجودیکہ ہماری معاشی کمر ٹوٹ گئی۔ 123 ارب ڈالر کا نقصان ہم نے اٹھایا۔)

اس جنگ نے ہماری دنیا بھی تباہ کر دی اور آخرت بھی۔ (جس کا تذکرہ بھی امریکہ کی محبت میں جرم بن گیا) الگ داؤ پر لگا دی۔ جو شخص ظالم کا ساتھ دے کر اس کو قوت پہنچائے گا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ ظالم ہے تو وہ اسلامیت سے خارج ہو گیا۔ (مشکوۃ) امت محمد ﷺ سے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ ان پر کوئی ایسا غیر مسلم دشمن مسلط نہیں کروں گا جو ان کی جڑ ہی کاٹ دے۔ چاہے اطراف زمین کے سب لوگ (ان کے خلاف) جمع ہو جائیں۔ ہاں وہ خود ہی ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے اور ایک دوسرے کو قیدی بنائیں گے۔ (مسلم) شرق تا غرب یہی منظر امت پر مسلط ہے اور ہم نے بھی اسی جرم کا ارتکاب کیا۔ آج امریکہ ہمیں آئینہ دکھا رہا ہے۔ ہماری جیلیں، عقوبت خانے ان مسلمانوں سے بھرے پڑے ہیں جو امریکہ دشمن تھے۔ امریکہ نے ان کے اخراجات بھی اتنے سال اپنے ذمے لیے رکھے کیونکہ یہ اس کی ضرورت تھی۔ آج ہم ٹرمپ اور مودی کو بغل گیر ہو کر پاکستان کو برا بھلا کہتے دیکھنے کی اذیت برداشت کر رہے ہیں۔ کیا ہم امریکہ کو جانتے نہ تھے؟ جس کی خاطر ہم نے کشمیر، اپنی شہ رگ کو بھلا دیا۔ اس کا تذکرہ تک ممنوع ٹھہرا۔ بھارت سے دوستی اور محبت کے اظہار میں ہم نے امن کی آشا نامی مہمات چلائیں۔ جس کے پس پردہ ہمارے مقتدر ہاتھ موجود تھے۔ ہم اپنی تاریخ اور بھارت کے رگ و پے میں بسی پاکستان دشمنی بھول بیٹھے تھے۔ ہم نے بچوں کے نصابوں سے بھارت دشمنی کی ہر رمق مٹا ڈالی۔

آج تمام حقائق ٹرمپ مودی ملاقات میں ہمارا منہ چڑا رہے ہیں۔ دونوں مل کر، ہماری طرف روئے سخن کر کے فرما رہے ہیں کہ ہم مل کر دنیا سے اسلامی انتہا پسندی ختم کریں گے۔ اتحاد و تعاون کی پہلی قسط کے طور پر حزب المجاہدین کے رہنما سید صلاح الدین کو عالمی دہشت گرد قرار دے دیا۔ یہ مودی کو امریکہ یاترا کا تحفہ دیا گیا۔ دو عالمی دہشت گرد مل کر (اقوام متحدہ کی تائید کردہ) حق خودارادیت کے لیے کمربستہ، جنگ آزادی لڑنے والے کو دہشت گرد قرار دے رہے ہیں۔ خدارا مسلمان اب تو اس نامراد گالی کی جگالی کرنے سے باز آ جائیں۔ دہشت گرد کشمیری ہے؟ فلسطینی ہے؟ ظلم کی چکی میں پستا برما کا اراکانی مسلم ہے؟ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے والوں سے نبرد آزما مجاہدین شام میں، افغانستان میں دہشت گرد ہیں؟ یہ اصطلاح اسلام اور جہاد سے نفرت کی اصطلاح ہے۔ مودی اور ٹرمپ کی اصطلاح ہے۔ صلیبیوں کی اصطلاح ہے۔ اس سے اپنی زبانوں کو ناپاک نہ کریں۔

امریکہ اب پوری ڈھٹائی سے ہم پر چڑھ دوڑنے کی تیاری میں ہے۔ امریکی گن شپ ہیلی کاپٹروں نے ہماری قومی سلامتی اور خودمختاری کا منہ چڑاتے ہوئے ہماری سرحدی حدود کی خلاف ورزی کی ہے۔ یہ علامتی مظاہرہ پالیسی کا نیا رخ بتا رہا ہے۔ ہمارا صرف یہ کہنا کافی نہیں ہے کہ ڈرون حملے برداشت نہیں کریں گے۔ اس کا عملی مظاہرہ کیجیے۔ پھر مضبوط پیغام جائے گا کہ بس بہت ہو گئی (Enough is enough) ہم باز آئے محبت سے اٹھا لو ڈالر دان اپنا! امریکی ڈالروں والا بٹوہ یوں بھی اب خالی ہو چلا ہے۔ یہ کلنک کا ٹیکہ ہماری رسوائی و بربادی کا سامان ہے۔ اسے اٹھا کر بحر اوقیانوس میں پھینک دیجیے۔ مودی ٹرمپ کے مشترکہ اعلامیہ پڑھیے۔ مودی کی غیر معمولی غیر روایتی بغل گیریاں، بدن بولیاں ملاحظہ ہوں۔ ان کا ہدف پاکستان کے سوا کوئی دوسرا نہیں۔ بظاہر چین کے خلاف بھارت کو مضبوط کیا جا رہا ہے اور دفاعی تعاون بڑھانے کا فیصلہ ہے۔ لیکن بھارت سر تا پا پاکستان دشمنی میں ڈوبا ہوا ہے۔ اور مودی کی احمقانہ وارفتگی کے مظاہرے، امریکہ سے اپنے قرب کا اظہار کر کر کے پاکستان کو دھمکا رہے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ عالمی شہرت یافتہ جپھی میں ٹرمپ بہ زبان حال مودی سے منہ وٹائے یہ کہہ رہا ہے...... اب اس قدر بھی نہ چاہو کہ دم نکل جائے!

دوسری جانب ہمارا کیا حال ہے؟ جب ہماری بربادیوں کے مشورے واشنگٹن میں جاری و ساری ہیں...... ہم سول حکومت کا پتا کاٹنے میں بے طرح مصروف ہیں۔ جب امریکہ بھارت گٹھ جوڑ ہمارے گرد گھیرا تنگ کر رہا ہے...... ہم ایک دوسرے کی گردن ناپنے اور حکومتی کرسی کے گرد گھیرا تنگ کرنے پر تلے عالمی حالات کی سنگینی سے نظریں چرائے بیٹھے ہیں۔ اس خوردبینی سے دیگر سیاستدانوں، اداروں کا احتساب شروع ہو تو نہ فوج نہ عدلیہ کوئی بھی نہ بچے گا۔ ملک توڑنے پیچھے سے لے کر مالی عسکری سطح پر پنڈورہ باکس کھل جائے گا۔ قومی مفاد اور شفافیت کے اعتبار سے یہ عمل مشکوک و متنازع بنا دیا گیا ہے۔ بھارت میں سویلین حکومت تمام تر اختیارات کی حامل بلا کشمکش فرائض انجام دے رہی ہے۔ فوج اپنے دائرہ کار میں تابع فرمان رہ کر یکسوئی سے کارفرما ہے۔ ہمارا

منظر نامہ سراپا انتشار وافتراق ہے۔ امریکی جنگ کے ملک بھر میں بوئے بیج اور نفرت کے الاؤ پھٹ کر المناک نتائج دکھاتے ہیں۔ باہم سر پھٹول میں سبھی اپنے فرائض سے منہ موڑے ہاتھیوں کی لڑائی دیکھنے میں محو رہتے ہیں۔ ایسے میں احمد پور شرقیہ جیسے سانحات ہوں یا چترال میں گلیشیر پھٹ کر ایک بڑی آبادی کو محصور ومجبور کر دے، پرسان حال کوئی نہیں۔ سب کو اپنی اپنی پڑی ہے۔ خدانخواستہ ایسی منتشر مفلوک الحال قوم دشمنوں کی طرف سے کس چیلنج کا سامنا کرنے کے قابل ہے۔ باہم مقابلے کا سماں رہتا ہے۔ ایک طرف اہم قومی معاملات جو سرتاسر سویلین حکومت کی عمل داری میں ہوتے ہیں وہاں فوجی بیانات اور تصاویر ٹکر پر لا کر ملک وقوم کی کیا خدمت بجا لائی جاتی ہے؟ گھمبیر عالمی صورت حال اور ہمہ گیر دشمنیوں میں پھنسے پاکستان کی بقا، تحفظ کے تقاضے اس وقت کیا ہیں؟ کیا مقتدرین اس سے نابلد ہیں؟

امت کے بہی خواہوں کے لیے ایک المیہ قطر کی صورت حال ہے۔ دل خون کے آنسو روتا ہے کہ عرب اور خلیجی وزرائے خارجہ امریکہ میں جمع ہو کر اپنے قطری بھائیوں کے خلاف مزید پابندیوں کی تیاری ٹرمپ کے سایۂ ذلت ورسوائی میں فرما رہے ہیں۔ امریکی وزیر خارجہ تنازع (جو ٹرمپ کے ہاتھوں بویا گیا) کے حل میں معاونت فرما رہے ہیں۔ یہ تیرہ بختی بھی ہمارا مقدر تھی۔ امریکہ کی ہمہ نوع خدمت قطر نے بھی بخوبی کی۔ تاہم اس کی آزاد روی بعض معاملات میں امریکہ کے گلے کی پھانس بن گئی۔ سو اپنے ہی بھائیوں کے ہاتھوں پٹوایا جا رہا ہے!

ایک خبر ان تمام معاملات سے ہٹ کر یہ ہے کہ سری لنکا میں امریکی سفارتخانے نے امریکی سیاح خواتین کو تنبیہہ کی ہے کہ آٹو رکشہ میں تنہا سفر نہ کریں۔ پے در پے جنسی ہراس کے واقعات کی بنا پر انہوں نے یہ حکم نامہ جاری فرمایا کہ (محرم کے بغیر) تنہا سفر نہ کریں! محرم تو ان کے ہاں راہ چلتا بوائے فرینڈ یا چند روزہ پارٹنر (ساتھی) بھی ہو سکتا ہے۔ گویا امریکی مردمار خاتون کو بھی تحفظ درکار ہے؟ اسلام عورت کو پاکیزہ محرم رشتوں کے حصار میں رکھے۔ سفر کے لیے محترم ومقدس مسلم عورت کو محرم محافظ کا پابند بنائے تو سیکولرازم کو بخار چڑھ جائے۔ شاید یوں بھی کہ مسلم عورت تو باوقار محفوظ آبگینہ ہے۔ اور یہ آزاد منش عورت؟ رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہزن کو...... سو اگر اس کے تحفظ کی بھی فکر ہونے لگے تو اسے خبر کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے!

داعیٔ قرآن ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا جاری کردہ

انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی، رجسٹرڈ کے تحت

رجوع الی القرآن کورس

مضامین

سالِ اوّل

- ناظرہ قرآن وتجوید
- عربی گرامر
- ترجمۂ قرآن مع ترکیب
- بیان القرآن
- مطالعۂ قرآن حکیم کا منتخب نصاب
- سنت وحدیث
- مطالعۂ سیرت النبی ﷺ
- عقیدہ وفقہ
- تزکیہ واحسان
- فکر اسلامی
- سیرت صحابہؓ
- توسیعی محاضرات

سال دوم

- علم العقیدہ
- اصول التفسیر
- علم التفسیر
- علوم القرآن
- اصول الحدیث
- علم الحدیث
- اصول الفقہ
- القواعد الفقھیہ
- فقہ العبادات
- فقہ المعاملات
- التزکیۃ والاحسان
- اللغۃ العربیۃ وادبھا
- علم البلاغہ
- الفکر الاسلامی
- المحاضرات التوسیعیۃ

اوقات تدریس

صبح 8:45 تا دوپہر 1 بجے (پیر تا جمعہ)
حضرات وخواتین کے لیے، تعلیمی قابلیت کم از کم انٹرمیڈیٹ
(خواتین کے لیے شرکت کا باپردہ انتظام ہے)

صبح 8:00 تا دوپہر 1 بجے (پیر تا ہفتہ)
سالِ اول سے فارغ التحصیل یا مساوی اسناد کے حامل حضرات کے لیے

افتتاحی تقریب: 09/ جولائی 2017ء بروز اتوار — مقام: قرآن اکیڈمی کورنگی

- داخلے کا حتمی فیصلہ انٹرویو کے بعد کیا جائے گا۔ انٹرویو کی تاریخیں: 04 تا 06 جولائی 2017ء (صبح 10 تا دوپہر 1 بجے)۔
- فیس کوئی نہیں ہے۔ (صاحب خیر حضرات سے عطیات کا خیر مقدم کیا جاتا ہے)۔
- مستحق طلبہ کے لیے وظائف کی گنجائش موجود ہے۔ قیام وطعام کی سہولیات صرف حضرات کے لیے دستیاب ہیں۔
- تفصیلات کے لیے مکتبہ سے پراسپیکٹس حاصل کریں یا ویب سائٹ ملاحظہ کریں۔

آغاز 10/ جولائی 2017ء دورانیہ: 10 ماہ

0315-8260100 (WhatsApp Only)

مقاماتِ تدریس

قرآن اکیڈمی ڈیفنس
مسجد جامع القرآن، خیابان راحت، درخشاں، اسٹریٹ 34، فیز 6، ڈیفنس، کراچی۔
+92-21-35340022-24

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد
شارع قرآن اکیڈمی، بلاک 9، فیڈرل بی ایریا، کراچی۔
+92-21-36806561

قرآن اکیڈمی کورنگی
متصل مسجد طیبہ سیکٹر 35/A، زمان ٹاؤن، کورنگی نمبر 4، کراچی۔
+92-21-35074664

قرآن انسٹیٹوٹ گلستان جوہر
مسجد جامع القرآن، سالکین بسیرا اپارٹمنٹ، بلاک 14، گلستان جوہر، کراچی۔
+92-21-34030119

www.QuranAcademy.com

اسلام

مولانا محمد اسلم

اسلام ''س، ل، م'' کے مادہ سے ماخوذ ہے، اس مادہ سے جتنے بھی الفاظ بنتے ہیں وہ سب صحت اور عافیت پر دلالت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ''سلامتی'' یہ ہے کہ انسان آفت اور مصیبت سے محفوظ رہے، اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ''سلام'' بھی ہے کیونکہ وہ ان تمام عیوب اور نقائص سے محفوظ ہے جو مخلوق کو لاحق ہوتے ہیں، لغت میں اسلام کا معنی ہے سلامتی میں داخل ہو جانا، شریعت کی اصطلاح میں ''اسلام'' کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی وحدانیت اور محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی دی جائے، نماز قائم کی جائے، زکوٰۃ ادا کی جائے، رمضان کے روزے رکھے جائیں، اگر زادِ راہ ہو تو بیت اللہ کا حج کیا جائے۔

(بحوالہ نظرۃ النعیم:2،320،321)

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں اسلام پانچ معانی میں استعمال ہوا ہے:

☆ اس دین کے نام کے طور پر جسے نظریۂ حیات کے طور پر قبول کیا جائے۔ سورۂ آل عمران میں ہے: ''بے شک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے۔'' (آیت:19)

☆ توحید کے معنی میں، سورۂ مائدہ میں ہے: ''تورات کے مطابق وہ انبیاء فیصلے کرتے تھے جو عقیدہ توحید رکھتے تھے۔'' (آیت:44)

☆ بمعنی اخلاص، سورۂ بقرہ میں ہے: ''جب ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب نے کہا اسلام لے آؤ تو انہوں نے عرض کیا میں رب العالمین کے لیے اسلام لا چکا ہوں۔ (یعنی میں خالص اسی کے لیے عبادت کرتا ہوں)'' (آیت:131)

☆ اطاعت اور فرمانبرداری کے معنی میں، سورۂ آل عمران میں ہے: ''آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ خوشی یا زبردستی سے اللہ کے فرمانبردار ہیں۔'' (آیت:38)

☆ زبان سے اقرار کے معنی میں، سورۂ حجرات میں ہے: ''دیہاتی کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے آپ فرما دیجئے تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم اسلام لے آئے (یعنی صرف زبان سے اقرار کیا ہے دل میں ایمان نہیں اترا۔'' (آیت:14)

(نزھۃ الاعین النواظر:136)

بعض حضرات کہتے ہیں کہ زبان سے اقرار اور اعضاء سے عمل کرنے پر بھی اسلام کا اطلاق ہوتا ہے۔ (نضرۃ النعیم:2/323)

نبی کریم ﷺ کی وہ احادیث جن میں کسی بھی انداز سے ''اسلام'' کا ذکر آیا ہے، ہم ان میں سے چند احادیث یہاں ذکر کرتے ہیں:

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا اسلام بہتر ہے (اسلام کے اعمال میں سے کون سا عمل بہتر ہے) تو آپؐ نے فرمایا: ''(بھوکوں کو) کھانا کھلاؤ اور ہر کسی کو سلام کرو خواہ تم اسے جانتے ہو یا نہ جانتے ہو۔'' (صحیح بخاری:1/21)

☆ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ مرض الموت میں مبتلا تھے تو انہوں نے اپنا چہرہ دیوار کی طرف پھیر کر رونا شروع کر دیا، جب وہ بہت دیر روتے رہے تو ان کے بیٹے نے عرض کیا، ''کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ کو فلاں خوشخبری نہیں سنائی تھی؟ حضرت عمروؓ اپنے بیٹے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ہم لوگ جس عمل کو سب سے افضل سمجھتے ہیں وہ ہے اللہ کے سوا کسی کے معبود نہ ہونے اور محمد ﷺ کے رسول اللہ ہونے کی شہادت! (پھر فرمایا کہ) میری زندگی تین احوال سے گزری ہے۔ ایک زمانہ وہ تھا جب مجھے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی سے نفرت نہ تھی اور میری سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ مجھے موقع ملے تو آپ کو (معاذ اللہ!) قتل کر دوں، اگر اس حالت میں میرا انتقال ہو جاتا تو میں یقیناً اہل جہنم میں سے ہوتا، جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی تو میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ آپ اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھایئے میں بیعت کرنا چاہتا ہوں، جب آپؐ نے اپنا دستِ مبارک آگے بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لیا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا: اے عمرو! تم نے یوں کیوں کیا ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ میں ایک شرط لگانا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے شرط کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے گناہ معاف کر دیئے جائیں، آپؐ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام، زمانۂ کفر کے گناہ مٹا دیتا ہے، اسی طرح ہجرت اور حج کی برکت سے بھی سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں (اسلام قبول کرنے کے بعد یہ حالت ہو گئی کہ) مجھے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا اور میری نظر میں آپؐ سے زیادہ کسی کی عظمت نہ تھی۔ آپؐ کی عظمت ہی کی وجہ سے مجھے کبھی آپ کو آنکھ بھر کر دیکھنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اگر مجھ سے آپؐ کے سراپا کے بارے میں پوچھا جائے تو میں بیان نہیں کر سکوں گا کیونکہ میں نے آپؐ کو کبھی آنکھ بھر کر دیکھا ہی نہیں، اگر اس حالت میں مجھے موت آ گئی تو مجھے امید ہے کہ میں اہل جنت میں سے ہوں گا، پھر (میری زندگی کا تیسرا دور وہ تھا جس میں) ہمیں ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑا کہ میں ان کے انجام کے بارے میں نہیں کہہ سکتا کہ کیا ہوگا۔ پس جب میں انتقال کر جاؤں تو نہ تو میرے جنازے کے ساتھ کوئی رونے والی جائے اور نہ ہی آگ (یعنی آگ میں پکائی گئی اینٹیں وغیرہ) جب تم مجھے دفن کر چکو تو میرے اوپر کچھ مٹی ڈال دو اور میری قبر کے ارد گرد اتنی دیر کھڑے رہو جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کیا جاتا ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ میں تم سے مانوس ہو جاؤں اور یہ سوچ سکوں کہ میں اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دوں۔'' (صحیح مسلم:121)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام اپنے ابتدائی دور میں غریب تھا، عنقریب اپنے ابتدائی دور کی طرح وہ دوبارہ غریب ہو جائے گا۔ پس خوشخبری ہے غریبوں کے لیے۔'' (صحیح مسلم:145)

عربی زبان میں غریب اجنبی کو کہتے ہیں، اسلام کا جب ظہور ہوا تھا تو وہ غریب اور اجنبی تھا، اس کے ساتھ جان پہچان رکھنے والے اور اسے قبول کرنے والے انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے، یوں محسوس ہوتا ہے کہ اجنبیت کا وہ دور اب دوبارہ واپس آ رہا ہے، ایسے لوگ بہت کم ہیں جو پورے کے پورے دین پر عمل کرنے والے ہیں، اور اسلام کی خاطر جذبات وخواہشات اور مفادات اور تعلقات کی قربانی دینے پر آمادہ ہیں۔

صورتحال کچھ ایسی بن گئی ہے کہ اسلام میں پورے پورے داخل ہونے والے، مادیت پرست سوسائٹی میں اجنبی بن کر رہ جاتے ہیں، ان پر انگلیاں اٹھائی جاتی ہیں، ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور انہیں دقیانوسیت اور قدامت پرستی کے طعنے دیئے جاتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے طعن وتشنیع اور استہزاء کا نشانہ بننے والوں کو حضور اکرم ﷺ نے رضاءِ الٰہی اور جنت کے حصول کی خوشخبری سنائی ہے۔

☆ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول ﷺ! کون سا مسلمان افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(صحیح بخاری: 1،11، مسلم: 42)

یہ سوال متعدد احادیث میں آیا ہے اور اس کا جواب ہر جگہ مختلف دیا گیا ہے، اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے آقا ﷺ، حالات زمانہ اور انسانی نفسیات اور طبیعتوں پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے، فقروفاقہ کے دنوں میں آپؐ سے جب سوال کیا گیا کہ اسلام کا کون سا عمل بہتر ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ غرباء اور مساکین کو کھانا کھلانا۔ اسی طرح اگر آپؐ نے محسوس فرمایا کہ سائل کے اندر جب مال کی بیماری پائی جاتی ہے تو آپ نے اس کے علاج کے طور پر فرمایا کہ تمہارے لیے بہترین عمل یہ ہے کہ تم اللہ کے بندوں پر خرچ کرو، بھوکوں کو کھلاؤ اور جو لباس کے محتاج ہیں انہیں لباس پہناؤ، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حالات اور اشخاص کے اعتبار سے اعمال کی قدر وقیمت گھٹتی بڑھتی ہے۔ بہترین مسلمان وہ ہے جو ہر دور میں اسلام کے سارے ہی احکام کو زندہ رکھنے کی کوشش کرے۔

☆☆☆

بقیہ: اداریہ

پورے انشراح صدر سے چن لیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ وہ فرد یا قوم کے لیے وہ راستہ کھولتا چلا جاتا ہے جس کی طرف اُس نے بڑی شدومد سے رخ کیا ہوتا ہے لہٰذا وہ ذاتی طور پر اور قومی سطح پر ترقی کی منزلیں بڑے زور وشور سے طے کر رہے ہیں اور دنیوی لحاظ سے بڑے کامیاب وکامران ہیں۔ اُنہوں نے قوت بھی حاصل کر لی ہے جس سے وہ دنیا پر غالب ہیں۔ لہٰذا دنیوی لحاظ سے ذی اقتدار بھی ہیں اور ذی وقار بھی سمجھے جاتے ہیں۔ (2) صرف اپنی ذات کے لیے پاکستانیوں کی محنت بھی اللہ تعالیٰ نے ضائع نہیں کی۔ ہماری تمام تر توجہ صرف اور صرف اپنی ذات پر مرکوز ہے۔ قومی سطح پر ہمارا طرز عمل یہ ہے کہ کھاؤ سرکار کا مال ہے۔ لہٰذا پاکستانیوں کو اللہ نے ذاتی طور پر دنیوی پھل عطا کر دیا۔ جس کے پاس سائیکل نہ تھی وہ پراڈو پر سوار ہے، چھوٹے چھوٹے مکانوں سے نکل کر کنالوں کے بنگلوں کے مالک ہو گئے۔ لیکن قوم مقروض اور دیوالیہ ہو گئی لہٰذا دنیا میں ذلیل ورسوا ہو گئی اور منگتی قوم سمجھی جاتی ہے۔ (3) تیسری جہت یہ ہے کہ آخرت پر فوکس کیا جائے جو ہرگز نہ ہوا جس کی وجہ سے ہم اللہ تعالیٰ کی مدد سے محروم ہو گئے، جس سے ہم نہ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے۔ آئینہ دیکھنے کے لیے پانامہ کیس پر نگاہ ڈال لیں۔ ایک طرف وزیروں اور مشیروں کی فوج ظفر موج ایک ایسے لیڈر کا اندھا دھند دفاع کر رہی ہے جو قریباً پینتیس سال سے حکمران ہے۔ اس عرصہ میں شریف خاندان کی معیشت ترقی کرتے کرتے کہاں سے کہاں پہنچ گئی اور قوم پر قرضے ہی قرضے ہیں جو بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ دوسری طرف وہ ہیں جو کہتے ہیں یہ مت دیکھو کہ دنیا ہماری بربادی کے لیے کیا تیاریاں کر رہی ہے۔ ہم مثبت نہیں صرف منفی کام کریں گے۔ قومی سطح پر اس کا نتیجہ جو بھی نکلے، دشمن جو چاہے فائدہ اٹھا لے پروا نہیں۔ بہرحال اس صورت حال میں اگرچہ اصولی طور پر قوم کے مصلحین کو اصلاح اور بہتری کے لیے کام کرتے چلے جانا چاہیے لیکن وہ بھی بہرحال انسان ہیں بعض اوقات یہ سوچ غالب آ جاتی ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ شیطان اور نفس اس طرح کے وسوسے ڈال دیتا ہے جن کی شاعر کی زبان میں یوں ترجمانی کی جا سکتی ہے ؎

کیا پوچھتے ہو مجھ سے میرے کاروبار کا
اندھوں کے شہر میں آئینے بیچتا ہوں میں

بہرحال ہمارے کام میں ہی کوئی کمی کوتاہی ہو گی۔ اللہ ہمارے دلوں کو روشن کر دے اور ہمیں ایسا ولولہ عطا فرمائے کہ ہم ان چٹانوں سے ٹکراتے رہیں تا آنکہ چٹانوں میں شگاف پڑ جائیں اور ہر مسلمان کا دل بینا اور روشن ہو جائے۔ آمین یارب العالمین!

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ''قرآن اکیڈمی یاسین آباد کراچی'' میں

22 تا 28 جولائی 2017ء (بروز ہفتہ نماز عصر تا بروز جمعۃ المبارک دوپہر 12 بجے)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔

رفقاءِ ان موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:۔

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0334-0111956، 021-36806561

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 36316638-36366638(042)

دل کی بیماریاں اور اس کا علاج

ڈاکٹر سعید

دل تین طرح کے ہیں:

(1) قلبِ سلیم (سلامتی والا دل)

روز قیامت وہی کامیاب ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے پاس قلبِ سلیم لے کر آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ (٨٨) اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (٨٩)﴾ (الشعراء)

''اس دن مال اور بیٹے کسی کام نہیں آئیں گے، سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ کے پاس سلامتی والا دل لے کر آیا۔''

قلبِ سلیم وہ ہے جو (1) خلافِ شریعت خواہشات سے پاک ہو۔ (2) اس میں کتاب وسنت کی سچی خبروں کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہ آئے۔ (3) اس میں کسی غیر اللہ کی اطاعت و بندگی کا جذبہ نہ ہو۔ (4) وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کے مقابلے میں کسی دوسرے کے فیصلے کو تسلیم نہ کرے۔

الغرض تندرست اور سلامتی والا دل وہی ہے جو اللہ کے ساتھ شرک کی ہر بیماری سے پاک صاف ہو اور عبادات کی تمام اقسام، مثلاً: ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ارادہ کرنا، اس سے سب سے زیادہ محبت کرنا، ہر حال میں اسی پر توکل کرنا، مدد اور توبہ کے لیے اسی کی طرف رجوع کرنا، اسی کو اپنی امیدوں کا مرکز ومحور سمجھنا اور اس کی پکڑ سے ڈرنا، عجز وانکسار اور اپنی بے بسی کا اظہار اسی کے حضور کرنا، یہ سب ایسی عبادات ہیں جن میں بندے کا دل ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی سے وابستہ رہنا چاہیے نہ کہ کسی بندے سے۔

اسی طرح اس کے تمام اعمال بھی خالص اللہ ہی کے لیے ہوں۔ اگر کسی سے محبت کرے تو اللہ ہی کے لیے، کسی سے نفرت و بیزاری کا اظہار ہو تو اللہ ہی کے لیے۔ کسی کو کچھ دے تو اللہ ہی کے لیے اور کسی کو کچھ نہ دے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کے لیے، نیز اس کا ہر انداز فکر، تمام محبتیں، قصد و ارادہ، حرکات و سکنات، اعمال، سونا، جاگنا سب کچھ اللہ ہی کے لیے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی بات اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہونے والی بات اسے ہر بات سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو۔ غرض اس کے تمام افکار و خیالات اللہ تعالیٰ ہی کی رضا اور محبت کے گرد گھومتے ہوں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ایسے دل کا سوال کرتے ہیں۔ (اغاثۃ اللھفان: 73,7,1)

قلبِ میت (مردہ دل)

یہ پہلے دل کا متضاد اور مخالف ہے۔ اسے نہ اپنے رب کی معرفت ہے، نہ اس کے حکم کو مانتا ہے، نہ اس سے محبت کرتا اور نہ اسے پسند کرتا ہے بلکہ یہ شہوات ولذات کا دلدادہ ہے۔ جب اللہ کی ناراضی اور غصے کا کوڑا اس پر برستا ہے تو یہ عبادت کی تمام اقسام محبت، امید و خوف، رضا مندی اور ناراضی، تعظیم اور عجز وتضرع میں غیر اللہ کا پجاری بن جاتا ہے۔ کسی سے نفرت کرتا ہے تو اپنی خواہش اور مرضی سے، کسی سے محبت کرتا ہے تو بھی اپنی ہی مرضی سے، کسی کو دیتا ہے تو اپنی خواہش اور مرضی سے اور کسی کو نہیں دیتا تو اپنی ہی چاہت اور مرضی سے۔ دل کیا تو نماز پڑھ لی، نہ کیا تو نہ پڑھی۔ مطلب ہوا تو کسی کو احسن انداز سے بلایا، مطلب نہ ہوا تو تو کون میں کون۔ غرض شہوت اس کی قائد، خواہش اس کی امام، جہالت اس کی ڈرائیور اور غفلت اس کی سواری ہے۔ ایسے بُرے دل سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ (اغاثۃ اللھفان: 9,1)

قلبِ مریض (بیمار دل)

یہ وہ دل ہے جو زندہ تو ہے لیکن بیماری کا شکار ہے۔ یہ دو مادوں کا اسیر ہے۔ ایک اسے اپنی طرف کھینچتا ہے تو دوسرا اپنی طرف۔ جو اس پر غلبہ پالے، یہ اسی کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس میں جوہر حیات کے عناصر بھی موجود ہوتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے، اس پر ایمان رکھتا ہے، اسی کے لیے اخلاص کا اظہار کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں شہوات کی محبت اور ان کے حصول کی حرص بھی پائی جاتی ہے اور حسد، تکبر، خود پسندی، جاہ و حشمت کی طلب، نفاق، ریاکاری، کنجوسی اور بخل کے اثرات بھی پائے جاتے ہیں، مزید برآں یہ سلطنت واقتدار کے حصول کے لیے زمین میں فساد کا مرتکب بھی ہوتا ہے۔ ایسے دل سے بھی ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

دل کی ان تمام بیماریوں کا علاج قرآن مجید میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (٥٧)﴾ (یونس)

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں، ان کے لیے (مراد قرآنِ مجید ہے) شفا ہے اور ایمان والوں کے لیے سراسر ہدایت اور رحمت ہے۔''

ایک اور مقام پر ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا (٨٢)﴾ (بنی اسرائیل)

''یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لیے تو سراسر شفا اور رحمت ہے اور وہ ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔''

دل کی بیماریوں کی دو قسمیں

ایک بیماری وہ ہے جس کی تکلیف صاحبِ دل کو محسوس نہیں ہونے پاتی۔ یہ درحقیقت جہالت اور شکوک و شبہات کی بیماری ہے۔ یہ بڑا تکلیف دہ مرض ہے لیکن دل کی خرابی کے باعث صاحب دل کو محسوس نہیں ہوتا۔

دوسری بیماری وہ ہے جس کی تکلیف ظاہری طور پر محسوس ہوتی ہے جیسے، فکر مندی، غم، پریشانی اور غصہ وغیرہ۔ یہ بیماری طبعی اور حسی دواؤں کے ذریعے اور اسی طرح بیماری کے اسباب کے خاتمے کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے۔ (اغاثۃ اللھفان: 44,1)

دل کے علاج کے چار طریقے

دل کا علاج چار طریقوں سے کیا جاتا ہے:

(1) قرآن مجید سے

قرآن مجید، دلوں میں پائی جانے والی شک کی بیماری کی شفا ہے۔ یہ دل سے شرک کو زائل کر کے کفر کا میل کچیل دھو ڈالتا ہے، نیز مختلف شبہات اور خواہشات وشہوات کے امراض کو بھی ختم کر دیتا ہے۔ یہ ہر اس شخص کے لیے ہدایت اور رہنمائی کرنے والا ہے جسے حق کا علم ہو جائے اور وہ کسی ٹال مٹول کے بغیر اس پر عمل پیرا ہو جائے۔ نیز یہ ایمان والوں کے لیے رحمت ہے کہ اس کی وجہ سے انہیں جلد یا بدیر (دنیا یا آخرت میں یا دونوں جہانوں میں) بڑا اجر وثواب حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا﴾

''ایسا شخص جو پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لیے ہوئے لوگوں میں چلتا پھرتا ہے، کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں سے نکل ہی نہیں پاتا۔'' (الانعام:122)

(2) قرآنی علاج میں دل کو تین چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے

☆ دل کی قوت محفوظ رکھنا، یعنی ایسے کام کرنا جو دل کی تقویت کا باعث ہوں، جیسے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، نیک اعمال کرنا اور شرعی احکام کے لیے تسلیم ورضا کا مظاہرہ کرنا۔

☆ دل کو ضرر رساں چیزوں سے بچانا، یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے تمام امور یک قلم ترک کر دینا اور شرعی ممانعتوں کی پابندی کرنا۔

☆ دل کو ہر موذی چیز سے پاک صاف کرنا، یعنی توبہ واستغفار کرتے رہنا۔

(3) اگر نفس، دل پر غالب آ کر اسے بیمار کر دے تو اس کا علاج

اس کی دو صورتیں ہیں: (1) دل کا محاسبہ کرنا۔ (2) دل کی مخالفت کرنا۔ دل کے محاسبے کی بھی دو صورتیں ہیں:

(ا) کام کرنے سے پہلے محاسبہ۔ اس کے لیے چار باتیں رکھیں تاکہ اسے مطلوبہ صورت میں پورا کیا جا سکے:

☆ کیا آپ کے پاس اس کام کے کرنے کی استطاعت ہے؟ اگر استطاعت نہیں ہے تو نہ کریں۔

☆ کیا یہ کام کرنا، اسے چھوڑ دینے سے زیادہ بہتر ہے؟ اگر یہ نفل کام ہے اور آپ فرض کو چھوڑے ہوئے ہیں تو اسے چھوڑ دیں اور فرض کام کریں۔

☆ کیا اس کام سے صرف رضائے الٰہی مقصود ہے؟ اگر کوئی دنیاوی یا ذاتی غرض مقصود ہے تو نیت کی اصلاح کریں۔

☆ کیا اس کام کے لیے مدد ملنے کا امکان ہے؟ اگر اس کام میں مددگاروں کی مدد کی ضرورت پیش آ گئی تو کیا ایسے دوست احباب موجود ہیں جو اس کی امداد کریں؟ اگر جواب ہاں میں ہو تو یہ کام ضرور کریں ورنہ رک جائیں۔

(ب) کام کرنے کے بعد محاسبہ۔ اس کی تین صورتیں ہیں:

☆ بندہ اس نیک کام کے بارے میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے جسے اس نے اس کی مطلوبہ صورت میں پورا نہ کر کے اللہ کے حق میں کوتاہی کی۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق یہ ہیں: اس کے لیے اخلاص کا اظہار، اسی کے لیے خیر خواہی، اسی کی اطاعت و پیروی، اپنے اندر احسان کی کیفیت محسوس کرنا اور چشم تصور سے اللہ تعالیٰ کے احسانات، نوازشات اور اس کے انعامات کا مشاہدہ کرنا۔ اس کے بعد بندہ یہ بھی دیکھے کہ اس نے اللہ رب العزت کے لیے ادائے حقوق میں کس قدر کمی کوتاہی کی ہے۔

☆ اپنے نفس کا ہر اس کام پر محاسبہ کرنا جسے نہ کرنا، اسے کرنے سے زیادہ بہتر تھا۔

☆ ایسے جائز اور حسب معمول کام پر نفس کا محاسبہ کرنا جو اس نے انجام نہیں دیا۔ اگر رضائے الٰہی اور دار آخرت کے حصول کی خاطر وہ کام نہیں کیا تو یقیناً وہ کامیاب ہے۔ اگر کسی دنیاوی غرض کی خاطر اسے نہیں کیا تو یہ یقیناً خسارے کا سودا ہے۔

☆ اس محاسبے کی عملی صورت یہ ہے کہ آدمی سب سے پہلے فرائض کے حوالے سے اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ اگر فرائض میں کمی وکوتاہی نظر آئے تو انہیں پورا کرے، پھر حرام کاموں کے حوالے سے محاسبۂ نفس کرے، اگر اسے معلوم ہو جائے کہ اس نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو فوراً توبہ واستغفار کے ذریعے سے اس کا تدارک کرے، پھر اسی طرح اپنے جسمانی اعضاء کی حرکات کا محاسبہ کرے اور دیگر غفلتوں کا تنقیدی جائزہ لے۔ (اغاثۃ اللھفان:1، 136)

(4) شیطان کے غلبے کی صورت میں دل کی بیماری کا علاج

شیطان انسان کا بدترین دشمن ہے۔ اس سے چھٹکارے اور بچاؤ کا بہترین طریقہ وہ استعاذہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مشروع قرار دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو جو دعا سکھائی تھی، اس میں شیطان اور نفس دونوں کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی گئی ہے۔ وہ جامع دعا یہ ہے:

((اَللّٰهُمَّ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَّمَلِيْكَهٗ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ وَاَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰى نَفْسِيْ سُوْٓءًا اَوْ اَجُرَّهٗ اِلٰى مُسْلِمٍ))

''اے اللہ! آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! غیب اور حاضر کو جاننے والے۔ ہر چیز کے رب اور اس کے مالک! میں تیری پناہ میں آتا ہوں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر اور اس کی شرکت سے اور اس بات سے کہ میں اپنے ہی خلاف کسی برائی کا ارتکاب کروں یا اسے کسی مسلمان کی طرف کھینچ لاؤں۔'' (سنن ابی داؤد)

☆☆☆

دعائے مغفرت
انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ تنظیم اسلامی چشتیاں کے رفیق محترم نذیر احمد وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0307-6761034

☆ حلقہ کراچی وسطی، گلستان جوہر 2 کے رفیق سید آصف علی کے والد وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0321-8739770

☆ تنظیم اسلامی چشتیاں کے رفیق محمد زمان کی بیٹی وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت: 0332-7104299

☆ چشتیاں کے منفرد رفیق محمد رضوان یزدانی کے بہنوئی وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0333-9776386

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

The Endgame: It is either one democratic state for all or perpetual open-ended conflict

Written by: Khalid Amayreh

It is no longer possible to deny the clarion reality that Israel has succeeded, with or without American consent, in decapitating virtually all realistic prospects for the creation of a viable and territoriality – contiguous Palestinian state on the West Bank, e.g. an entity that would have East Jerusalem as its capital. The massive Jewish settlement expansion and aggrandizement all over the occupied West Bank has simply eliminated all practical possibilities for a true Palestinian state worthy of the name. We who live here in the West Bank see things on the ground and therefore know very well what we are talking about. Let no one lecture us on the reality we live around the clock.

This is not the view of one frustrated or disillusioned Palestinian as some daydreamers, who are detached from reality, would probably think. In fact, this is the candid impression of most serious pundits, Israeli and Palestinian alike, as well as American and European.

There are several reasons why a true and dignified peace deal between Israel and the Palestinians is ruled out now and in the foreseeable future. For starters, Israel today is ruled by a fully-fledged fascist and jingoistic government controlled by Jewish supremacists who reject any notion for a balanced peace settlement with the Palestinians involving "territorial concessions." Moreover, the Israeli Jewish society continues to drift rather steadily toward brash fascism and pornographic racism. Even the Israeli justice system, the erstwhile last remaining "glimmer of hope" has been infiltrated rather heavily by Nazi-minded ideologues who are indoctrinated in Talmudic Jewish supremacy and who believe that the lives of non-Jews in general and Palestinians in particular have no sanctity. We are talking about racist Talmudic thugs who think that non-Jews living "in the land of Israel" must either be expelled, massacred in the Biblical style! Or enslaved as woodcutters and water carriers, also in Biblical style.

In short, it is futile to count on the possible emergence in Israel of a genuine and pro-active peace camp, let alone a peace government soon. This is, of course, in addition to the fact that the relentless and unceasing settlement expansion has put an end to all realistic and reasonable hopes for the establishment of a true Palestinian state, considered the ultimate basic requirement for any semblance of peace.

As to the United States, it is no secret that when it comes to Israel and the Palestinians, America is a real lame duck and loses its independent will to Israel, a foreign state that willy-nilly occupies the driver's seat in Washington, with Washington utterly powerless even to object or say a simple "NO". This is by means a new story. One of the best books, which illustrated America's shocking submission and subservience to Israel, is the Zionist Connection by Alfred Lilienthal, written in the late 1970s. I am not going to delve too deep into the "adulterous" American-Israeli affair. But I do want to point out that it is futile to expect the US to force Israel to walk in the path of peace as the entire American political establishment continues to be thoroughly enslaved by Zionist money and influence.

More to the point, there are those who would argue rather rightly that the US had nearly seven long decades to achieve peace in the Middle East but to no avail. Hence, it would be naïve to say the very least to expect Washington to undergo a sudden transformation of mentality or awakening of conscience. This would be like expecting kosher pigs to fly. Hence, I can conclude rather safely that getting the US to force Israel to return to the armistice lines of the 4th of June, 1967 is out of question. It is a total illusion…

As to Arab states, it is equally pointless to count on them to help the Palestinians regain their usurped rights. Most Arab regimes, as we all know, have no will of their own as these regimes

their peoples and they value the "legitimacy" that comes from America's acceptance more than the legitimacy that should come from their people's acceptance. They are no more than cheap, ignominious slaves of Washington. Needless to say, a slave by definition has no free will of his own…

Even Iran cannot fare much better. The intimate dark embrace between Iran and the manifestly nefarious regime of Bashar al-Assad has exposed Tehran's fanatical and genocidal Shiite regime as absolutely unprincipled, thoroughly sectarian and unethically expedient. Iran is only using the Palestinian cause as a propaganda tool to spread Shiism in the Arab-Muslim world. That is the crux of the matter. Therefore, no one in his or her right mind should be carried away are duped by Iran's disingenuous rhetoric…

So what is in the offing? No one knows for sure. But a careful examination of reality suggests that the de facto elimination of a prospective Palestinian state will leave us with two main broad alternatives:

First, the hypothetical creation of a unitary democratic state between the River Jordan and the Mediterranean, where Palestinians and Jews could live together in peace as equal citizens. It is utterly inconceivable, however, that Israel would willingly agree to the emergence of such a state since this sort of entity would effectively spell the end of Zionism and put an end to Israel as a Jewish state.

Moreover, the Palestinians' higher birth rate could eventually (in a few decades) cause Jews in Israel-Palestine to become a demographic minority. (Palestinians already constitute 50% of the population in mandatory Palestine, including Israel Proper, West Bank, and the Gaza Strip). Hence, the so-called one-state solution, though the best possible historical solution, is not really to be viewed as an absolute or inevitable alternative in this case.

I don't know for sure what Israel will do with the six million Palestinians who are expected to double their numbers in less than forty years. What I do know and am sure of is that the Zionist state is hoping for a "miracle" that would eliminate or at least neutralize the Palestinians demographic "peril." In fact, I strongly believe that a visibly and explicitly fascist Israel could embark on the "unthinkable" to prevent history from taking its natural course. "Genocide" is part and parcel of the Jewish-Talmudic mindset after all! This is why, the Palestinians must be very vigilant and alert because nothing can be taken for granted.

I am not a champion of doom and gloom, but matters of survival can't be subjected to whims and chances. The Palestinian people have survived despite history and we continue to survive thanks to the goodwill of the international community. That is why we must constantly strive to enhance and expedite every conceivable element that could help us consolidate our survival as a people. This must include building real bridges with peace-minded elements in Israel. In the final analysis, we are against Israeli oppression, racism, and aggression, not against Jews as humans. That is why we must strive tirelessly to woo as many Jews of good-will as possible to our side. This is good for us and them and for peace.

I know that resistance against an evil foreign military occupation is a legitimate right and even a sublime national duty. However, Palestinians must approach this matter of resistance with utmost discretion, because it is never enough to be right as one has to be wise as well, and wisdom, we are told, has a thousand doors!

But we must immediately stop targeting innocent Israeli civilians even as revenge for the targeting by Israel of our innocent civilians. Targeting innocent civilians, especially knowingly and deliberately, is always immoral, self-defeating and utterly damaging to our cause. Ours is a just and noble cause. We must not tarnish it with senseless acts of terror. Does any Palestinian in his or her right mind think that murdering a pregnant woman in front of her children will boost the legitimacy of our cause and make people hasten to embrace our struggle against occupation, racism and apartheid?

Finally, the second (and arguably the last) alternative is for Palestinians and Israelis to be condemned to a perpetual open-ended conflict. This is by all means a nightmarish and hair-raising scenario. I hope, for the sake of our (Jewish and Palestinian) children and their children that our leaders on both sides of the isle will prove themselves to be more farsighted than they have been. Otherwise, future generations would curse the moment they were born.

(The author is a Palestinian writer and journalist)

========================

Editor's Note: The views expressed by the author do not necessarily reflect the official views of Tanzeem e Islami.

VOL : 26 Regd. C.P.L NO. 114 No.27

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore